عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ماہ صفر المظفر

تاریخی حیثیت

جلد:۴۲ | ۶تا۱۴/صفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۳تا۳۱/اگست ۲۰۲۳ء | شمارہ:۳۲

باجوڑ میں امن کنونشن میں خودکش حملہ

فتنۂ قادیانیت

عقائد و نظریات

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

کیا ''پران'' قادیانی کمپنی ہے؟

س:......عرض ہے کہ آج کل سوشل میڈیا پر ایک خبر گردش کر رہی ہے کہ قادیانی ''شیزان'' کی بجائے ''پران'' کے نام پر اپنی مصنوعات بنگلہ دیش سے مارکیٹ میں لا چکے ہیں۔ ''پران'' کے نام پر ''شیزان'' کی طرح کثیر تعداد میں کولڈ ڈرنکس، بوتلیں اور اچار وغیرہ بوتلوں کی تصاویر سوشل میڈیا پر چل رہی ہیں۔ اس سلسلے میں درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

(۱) کیا ''پران'' واقعی قادیانی کمپنی کا پروڈکٹ ہے؟

(۲) اس کا حکم شرعی کیا ہے؟

(۳) اس کی تحقیق اور ثبوت مطلوب ہے تاکہ ختم نبوت کے کارکنان کے ساتھ ثبوت موجود رہے، اور دوسروں کے اطمینان کے لئے پیش کرسکیں؟

ج:......واضح رہے کہ ''پران'' کمپنی کی بنیاد ۱۹۸۱ء میں رکھی گئی۔ اس کمپنی کا اصل مالک اور اس کی بنیاد رکھنے والا شخص ریٹائرڈ میجر جنرل امجد خان چوہدری تھا، اس وقت یہ کمپنی بنگلہ دیش کی سب سے بڑی مشروبات اور کھانے کی اشیاء بنانے والی کمپنیوں میں شمار ہوتی ہے۔ پران کمپنی کی بنیاد رکھنے والا شخص امجد خان چوہدری جدی پشتی قادیانی تھا، اس کا باپ علی قاسم خان چوہدری احمدیہ جماعت بنگلہ دیش کا سابق جنرل سیکریٹری تھا اور اس کا دادا خان بہادر عبدالہاشم خان چوہدری جماعت احمدیہ بنگلہ دیش کا سابق امیر تھا، جسے مرنے کے بعد قادیان کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ امجد خان چوہدری ۸ر جولائی ۲۰۱۵ء کو اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کے بعد اب اس کا بیٹا احسن خان چوہدری اس کمپنی کا چیئرمین اور (CEO) ہے۔ امجد خان چوہدری کا نام انٹرنیٹ پر موجود احمدیہ جماعت کی لسٹ میں بھی موجود ہے۔ ان کا قادیانی ہونا اور قادیانی جماعت سے تعلق ہونا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ انٹرنیٹ پر وکی پیڈیا نے مختلف حوالہ جات کے ذریعے ان کے بارے میں معلومات جمع کی ہوئی ہیں۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ''پران'' کمپنی قادیانیوں کی ہی ہے۔ لہٰذا قادیانیوں کی تمام مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کرنا ضروری ہے، ان کی کسی بھی شے کو خریدنا، بیچنا درست نہیں۔ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اس وقت قادیانی کافر محارب اور زندیق ہیں اور اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت نہیں سمجھتے۔ عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، اس لئے ان کے ساتھ تجارت کرنا، خرید و فروخت کرنا ناجائز و حرام ہے۔ کیونکہ قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ لوگوں کو قادیانی بنانے میں خرچ کرتے ہیں گویا اس صورت میں مسلمان بھی سادہ لوح مسلمانوں کو مرتد بنانے میں ان کی مدد کر رہے ہیں۔ لہٰذا کسی بھی حیثیت سے ان کے ساتھ معاملات ہرگز جائز نہیں، اسی طرح شادی بیاہ، غمی خوشی، کھانے پینے میں ان کو شریک کرنا، عام مسلمانوں کا اختلاط، ان کی باتیں سننا، جلسوں میں ان کو شریک کرنا، ملازم رکھنا، ان کے ہاں ملازمت کرنا یہ سب کچھ حرام بلکہ دینی حمیت کے خلاف ہے۔'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۲، ص:۱۱۵)

واللہ اعلم بالصواب

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

جلد:۴۲ ۶تا۱۴؍صفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱؍اگست ۲۰۲۳ء شمارہ:۳۲

مجلس ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

بنیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

سرپرست

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

باجوڑ میں امن کنونشن پر خودکش حملہ!	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
ماہِ صفر المظفر ..... تاریخی حیثیت	۹	مولانا محمد ابوبکر حنفی شیخوپوری
حیاتِ انسانی کی الجھنیں	۱۱	محترم راحیل گوہر صدیقی
اجلاس مرکزی مجلس شوریٰ، ملتان	۱۵	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۷	ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشاؒ
فتنۂ قادیانیت .... عقائد ونظریات	۲۱	انتخاب: حافظ محمد سعید لدھیانوی
خبروں پر ایک نظر	۲۵	ادارہ

زرِتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ڈالر
فی شمارہ: ۱۵روپے، ششماہی: ۳۵۰روپے، سالانہ: ۷۰۰روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ   ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط: ۴۶   فصل:.... ۸ھ کے غزوات

فتحِ مکہ:۱:....اس سال رمضان میں غزوۃ الفتح ہوا، حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریش کا معاہدۂ امن ہوا تھا، جس میں بنوخزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے، مگر قریش اپنے عہد پر قائم نہ رہے اور انہوں نے معاہدۂ حدیبیہ کے بائیس مہینے بعد، شعبان ۸ھ میں، اور بقول بعض اس سے قبل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلفاء بنوخزاعہ پر فوج کشی کر کے اس معاہدے کو توڑ ڈالا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کی اور ابنِ اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو، اور بقول بعض ابورہم رضی اللہ عنہ کلثوم بن حصین کو مدینہ میں قائم مقام بنایا، بعض نے دُوسرے قول کو صحیح قرار دیا ہے اور دونوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ ابورہم رضی اللہ عنہ کو حکومت کی اور ابنِ اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کی خدمت سپرد کی گئی۔ یہ غزوہ، غزوۂ فتحِ مکہ ہے، یہ ایسی عظیم الشان فتح تھی جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے اپنے دین کو سربلند اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا، اس کے بعد سرزمینِ حجاز سے کفر کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ غزوہ بالاتفاق رمضان ۸ھ میں ہوا، مدینہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی ۱۰رمضان کو بدھ کے دن عصر کے بعد ہوئی، اور بقول بعض ۲رمضان کو، اس غزوہ کی تاریخ میں تین قول ہیں: ۱۷، ۱۹اور ۲۰رمضان، اس میں اختلاف ہے کہ فتحِ مکہ کس دن ہوئی؟ زرقانی شرح المواہب اللدنیہ میں لکھتے ہیں: ''معروف یہ ہے کہ جمعہ کا دن تھا۔''

غزوۂ حنین:۲:....اسی سال ۶رشوال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے غزوۂ حنین کے لئے تشریف لے گئے، اسی کو غزوۂ ہوازن بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس جنگ میں بنوہوازن ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے پر آئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰رشوال، منگل کی شام کو حنین پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بارہ ہزار کا لشکر تھا، دس ہزار جو مدینہ سے آئے تھے، اور دو ہزار مکہ کے نومسلم جو طلقاء کہلاتے تھے، کیونکہ فتحِ مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا: ''اِذْهَبُوْا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَآئُ'' جاؤ! تم آزاد ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا عامل (گورنر) حضرت عتاب بن اُسید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

حنین:.... مکہ سے گیارہ بارہ میل مشرقی جانب، مکہ وطائف کے درمیان ایک وادی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح دی اور بھاری مقدار میں مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ اس سال غزوۂ حنین میں مسلمانوں کے چار آدمی شہید اور کافروں کے ستر آدمی واصل بجہنم ہوئے۔

غزوۂ طائف:۳:....اسی سال، اَواخرِ شوال میں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ حنین سے فارغ ہوئے تو مالِ غنیمت کو تقسیم کئے بغیر جعرّانہ چھوڑ کر، غزوۂ طائف کے لئے روانہ ہوئے۔

طائف:.... مکہ سے مشرقی جانب، دوتین مرحلے پر ایک مشہور شہر ہے، یہاں انگور، کھجور اور دُوسرے پھل اور میوے بکثرت ہوتے ہیں، ربیع، خریف، سرما، گرما، چاروں موسموں کے پھل ایک ہی دن یہاں ملیں گے۔ یہاں ثقیف آباد تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سے زیادہ دن، اور بقولِ بعض چالیس دن طائف کا محاصرہ کئے رکھا اور منجنیق نصب کی، اس سے پہلے کسی غزوہ میں منجنیق نصب نہیں کی گئی تھی، یہ اسلام میں سب سے پہلی منجنیق تھی جس سے گولہ باری کی گئی، بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم فتح دی اور ان کا قلعہ فتح کیا۔ (اس موقع پر یہ قلعہ فتح نہیں ہوا تھا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً بیس دن کے بعد محاصرہ اُٹھالیا اور واپس جعرانہ تشریف لائے، بعد میں ثقیف مسلمان ہو کر وہیں حاضرِ خدمت ہوئے: مترجم) اس سال غزوۂ طائف میں بارہ مسلمان شہید ہوئے، جن میں اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی اُمیہ تھے، جو فتحِ مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور سعید بن العاص الاموی وغیرہ اور بہت سے کافر قتل ہوئے۔ اس سال غزوۂ طائف ہی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ کو شدید زخم آیا، جو اگرچہ ٹھیک ہوگیا اور وہ مدّت تک زندہ رہے، مگر ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وہ زخم پھر بہ نکلا جس سے وہ جاں بحق ہوئے۔ غزوۂ طائف نیز غزوۂ فتح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت اُمِّ سلمہ اور حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہما تھیں۔ (جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

باجوڑ میں امن کنونشن پر خودکش حملہ!

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

پاکستان میں ایک عرصہ سے محرم الحرام آتے ہی حکومتی ارکان اور فورسز اہلکار اس سعی اور کوشش میں لگ جاتے ہیں کہ کسی طرح یوم عاشور پُرامن اور سکون کے ساتھ گزر جائے اور ان دنوں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے۔ الحمدللہ! اس سال دس محرم الحرام تک پورے ملک میں کوئی سانحہ یا ناخوشگوار واقعہ یا حادثہ پیش نہیں آیا۔ اس پر پولیس اور فورسز کے جوان بجاطور پر تحسین اور تبریک کے لائق اور مستحق ہیں۔ لیکن ۱۱ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ مطابق ۳۰؍جولائی ۲۰۲۳ء بروز اتوار تقریباً ۲ بجے دن صوبہ کے پی کے' کے ضلع باجوڑ تحصیل خار میں جمعیت علماء اسلام کے امن ورکرز کنونشن پر خودکش حملہ کیا گیا، جس سے ثابت ہوا کہ دہشت گردی کا عفریت پاکستان میں ایک بار پھر بے قابو ہو رہا ہے۔ اس خودکش دھماکے سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ یہ دہشت گرد سفاک، فسادی اور امن کے دشمن ہیں، جو اپنے بیرونی آقاؤں کے حکم پر پاکستان کو عدمِ استحکام کی طرف دھکیلنا چاہتے ہیں۔

باجوڑ میں ہونے والے حملے کے نتیجے میں تقریباً ۵۶ سے زائد افراد شہید اور دو سو کے قریب زخمی ہوگئے۔ شہید ہونے والوں میں تحصیل خار کے جمعیت علمائے اسلام کے امیر مولانا ضیاء اللہ جان اور تحصیل ناواگئی کے جنرل سیکرٹری مولانا حمید اللہ حقانی بھی شامل ہیں۔ اس حملے میں زخمیوں کو طبی امداد کے لیے قریبی مقامی ہسپتال کے علاوہ شدید زخمیوں کو پشاور ہسپتال منتقل کیا گیا۔ اس موقع پر زخمیوں کو منتقل کرنے کے لیے ائیر فورس کے ہیلی کاپٹروں کو بھی استعمال میں لایا گیا۔ زخمیوں کو فوری طبی امداد کے لیے باجوڑ، تیمرگرہ، سوات اور پشاور کے ہسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ کردی گئی۔ ان معصوم جانوں سے کھیلنے والے شاید درندے ہیں، جن کا نہ تو انسانیت سے، نہ ہی اسلام اور نہ ہی پاکستان سے کوئی تعلق ہے، ایسے درندوں سے آہنی ہاتھوں سے نمٹنا چاہیے۔

سانحہ باجوڑ نے پوری پاکستانی قوم کو نڈھال کردیا ہے، ایسے لوگوں کا اجتماع جس میں علماء، طلباء اور عام دین دار مسلمان اس لیے جمع تھے کہ اس کنونشن سے امن کا پیغام دیا جائے، لیکن امن دشمن لوگوں کو یہ بات ہضم اور گوارہ نہ ہوئی۔ یہ ایک کربناک اور وحشت ناک سانحہ ہے۔ یہ صرف جمعیت علمائے اسلام کے کارکنوں پر حملہ نہیں، بلکہ پورے پاکستان اور امت مسلمہ پر حملہ ہے۔ یہ خودکش حملہ عین اس دن کیا گیا جب سی پیک منصوبے کے دس سال مکمل ہونے کی تقریب میں شرکت کے لیے چین کے نائب وزیراعظم پاکستان میں پہنچنے والے تھے۔ یقیناً سی پیک کے ذریعے پاکستان کی ترقی روکنے کی بدنیتی کے تحت اس وحشیانہ اور سفاکانہ درندگی کا مظاہرہ کیا گیا۔

خودکش حملہ کا دن، اس کے لیے جمعیت علمائے اسلام کے ورکرز کنونشن کا ٹارگٹ ہونا، اس کے لیے خیبر پختون خوا ضلع باجوڑ کا تعین، یہ تمام چیزیں اس بات کی غماز ہیں کہ یہ محض دہشت گردی کا واقعہ نہیں، بلکہ اس خودکش حملے کی یہ واردات اپنے اندر کئی مقاصد رکھتی ہے۔

بادی النظر میں اس حملے کا ایک مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے ذریعہ ان قوتوں کے عزائم کو تقویت پہنچانا اور انہیں اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کا مزید موقع فراہم کرنا ہے جو مختلف حیلے بہانوں سے پاکستان کی سلامتی، پاک فوج کی ساکھ، پاکستان کی ایٹمی ٹیکنالوجی اور پاک چین اقتصادی راہداری کے خلاف اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے اور سازشی تانے بانے بنتے رہتے ہیں۔ اسی طرح اس دہشت گرد حملے کے پس پردہ وہ قوتیں کارفرما ہوسکتی ہیں جو پاکستان کی ترقی، خوشحالی اور سلامتی کے درپے ہیں اور پاکستان کو عالمی تنہائی کی جانب دھکیلنے کی خواہش مند ہیں۔ یہ بھی کہا جارہا ہے کہ چونکہ یہ واردات یومِ عاشور کے اگلے روز ڈالی گئی تو اس سے یہی لگتا ہے کہ اس کے پس پردہ مقاصد ملک میں فرقہ واریت پھیلانے سے بھی زیادہ گھناؤنے ہیں۔

روزنامہ نوائے وقت کے کالم نگار محترم جناب سعید آسی صاحب اپنے یکم اگست کے کالم میں ''پاکستان کو برباد کرنے کا مکروہ ایجنڈا'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''اس وقت مغربی دنیا میں محض فیشن کے طور پر نہیں' بلکہ ایک واضح ایجنڈا کے تحت سرکاری سرپرستی میں مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن مجید کی بے حرمتی کے واقعات رونما کرائے جارہے ہیں، تاکہ مسلم دنیا کو مشتعل کرکے انہیں ردِعمل کے اظہار پر اکسایا جائے اور اس ردِعمل میں ہونے والی توڑ پھوڑ، جلاؤ گھیراؤ کے واقعات کو اسلامی دہشت گردی کے کھاتے میں ڈال کر مسلمانوں کے دہشت گرد ہونے کے اپنے تراشے گئے فلسفہ کو تقویت پہنچائی جاسکے۔ آپ باجوڑ کے گزشتہ روز کے سانحہ کا بھی اسی تناظر میں جائزہ لیں تو آپ کو اس سانحہ کے فوری بعد دہشت گرد سرگرمیوں پر نظر رکھنے والی اقوام متحدہ کی کمیٹی کے ردِعمل کی سمجھ آجائے گی۔

دہشت گردی کے اس واقعہ کی بنیاد پر ہی یو این کمیٹی کو یہ کہنے کی سہولت مل گئی کہ پاکستان پر حملوں کے لیے کالعدم تحریک طالبان پاکستان کو القاعدہ کی سرپرستی حاصل ہوگئی ہے، جو علاقائی سلامتی کے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔ گویا یو این کمیٹی دنیا کو یہ پیغام دینا چاہتی ہے کہ پاکستان کی سرزمین دہشت گردی کے لیے القاعدہ کی آماجگاہ بن چکی ہے۔ اس طرح پاکستان کے ناطے ان الحادی قوتوں کو دین اسلام پر دہشت گردی کا لیبل لگانے کی سہولت بھی مل جائے گی اور شعائر اسلامی کی تضحیک و تذلیل بشمول گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور توہین قرآن کے رونما ہونے والے واقعات کا جواز بھی ان کے ہاتھ آجائے گا۔''

اس حملے کے بعد حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے اپنے بیان میں کہا کہ ایک چیز بڑی واضح ہوگئی کہ امن اور فساد ایک دوسرے کے مقابلہ میں آگئے۔ جمعیت علمائے اسلام کے کارکن امن کی آواز بلند کررہے تھے اور مفسدین نے وہاں فساد کا مظاہرہ کیا، قرآن کریم میں ہے:

''كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ'' (المائدۃ:٦٤)

ترجمہ: ’’جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں حق تعالیٰ اس کو فرو کردیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتے۔‘‘

اس باجوڑ سانحہ کی پس پردہ قوتوں کی نشان دہی کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ: ’’اس کی پشت پر وہی قوتیں ہیں جو پاکستان کو تباہ کرنا چاہتی ہیں، جو پاکستان کی ترقی کا راستہ روکنا چاہتی ہیں۔ صیہونیت کے یہ آلۂ کار پاکستان کے خلاف سازشیں کررہے ہیں۔‘‘ مولانا نے آئندہ کے لائحہ عمل کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ: ’’سب سے پہلے میں یہ چاہوں گا کہ ہم قبائلی زعماء کا جرگہ بلائیں، تمام قبائلی بیٹھیں، اس خطے کی پشتون قیادت بیٹھے اور اپنے اس خطے کے بارے میں سوچیں، ابھی حال ہی میں خیبر ایجنسی کے اندر دو واقعات ہوئے، جس میں مسلمانوں کا خون بہا ہے، کچھ عرصہ پہلے کرم ایجنسی میں فرقہ وارانہ فساد بھڑکائے گئے اور اس خطے کے مسلمانوں کا خون بہایا گیا، پورا پشتون بیلٹ آج جل رہا ہے، چاہے وہ بلوچستان میں ہو چاہے وہ خیبر پختونخواہ میں ہو، بلوچ بیلٹ جل رہا ہے، کراچی تک فسادات کی ایک لہر ہے جو تھم نہیں رہی ہے، ملک کو کیسے مستحکم کرنا ہے؟ کیا ہمارے ریاستی ادارے صرف اس بات کے رہ گئے ہیں کہ وہ کسی مدرسے میں جا کر ایک مولوی صاحب کو، ایک غریب مولوی صاحب کو پکڑ کر تھانے لے آئیں اور ان پر الزامات لگائیں کہ تمہارے پاس تو کسی نے کھانا کھایا ہے، تمہارے پاس تو کسی نے چائے پی ہے، اسی کے رہ گئے ہیں، یہی ان کی توانائی وصلاحیتیں ہیں! 26 ادارے ہیں انٹیلیجنس کے، کہاں غائب ہیں؟ اتنا بڑا انٹیلیجنس فیلئر ہے، بے گناہوں کو تنگ کرنے کے لیے اپنی کارروائی ان پر ڈالتے ہیں، کاغذی کارروائی بھرتے ہیں، مجھے کیا اعتماد دلا سکیں گے کہ ریاست میری جان کی حفاظت کرسکتی ہے یا نہیں؟ یا صرف مجھ سے ٹیکس وصول کرے گی اور میری جان ومال کی حفاظت نہیں کرے گی! مجھے شکایت ہے، مجھے کرب ہے، میں نے ریاست کو بچانے کے لیے قربانیاں دی ہیں، میں نے اس ریاست کی بقا اور استحکام کے لیے جدوجہد کی ہے، میں ریاست کے شانہ بشانہ کھڑا رہا ہوں، لیکن اکیلے ایک جماعت کیا کرسکتی ہے! پوری قوم ریاستی اداروں کی طرف دیکھ رہی ہے، جو ریاست کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں، جو اس حفاظت کے مسؤل ہیں، اسی کے لیے وہ تنخواہیں لے رہے ہیں، وہ کدھر ہیں آج؟ کب وہ ہمارے شکوؤں کا ازالہ کریں گے؟ کب وہ ہمارے زخموں کا مرہم بنیں گے؟ کب وہ ہمارے مستقبل اور ہماری آنے والی نسلوں کی حفاظت کا نظام بنائیں گے؟ یہ تمام وہ چیزیں ہیں کہ جس پر ہم نے قومی سطح پر غور کرنا ہے، تمام مکاتب فکر کو بیٹھنا ہے، اور ان شاء اللہ! ہم سب کو بلائیں گے، پی ڈی ایم کو دوبارہ بلانا پڑے گا، سیاسی جماعتوں کو اکٹھا بیٹھنا پڑے گا اور ملک کے لیے سوچنا پڑے گا۔ ان شاء اللہ! یہ ہمارا پروگرام ہے اور میں عنقریب اس حوالے سے ہمہ جہت رابطے بھی کروں گا اور ذمہ داران کے ساتھ گفتگو بھی کروں گا اور یہ ساری صورتحال ان کے سامنے رکھوں گا کہ ہم سالہا سال سے جس کرب میں ہیں اور جس کرب کا ہم اظہار کررہے ہیں، کرب کے اظہار کو جرم بنادیا گیا ہے لیکن ہمیں کرب میں مبتلا کرنے والے دندناتے پھر رہے ہیں! یہ وہ ساری چیزیں ہیں جس پر ہم نے قومی سطح پر غور کرنا ہے، ہم بری طرح دہشت گردی کا شکار ہیں لیکن دہشت گردی کا خاتمہ مقصود ہونا چاہیے، دہشت گردی کے نام پر تجارت کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی! جرم کا خاتمہ چاہیے، جرم کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا بذات خود ایک بہت بڑا جرم ہے اور ہم اس حوالے سے حساس ہیں۔‘‘

مولانا نے اپنی جماعت کے کارکنوں کو پیغام دیتے ہوئے کہا کہ: ’’جمعیت علماء اسلام امن کی جماعت ہے، تحمل اور برداشت کی جماعت ہے، لیکن تحمل اور برداشت کی بھی ایک حد ہوا کرتی ہے، میں اب بھی کارکنوں سے یہی کہوں گا کہ تحمل اور برداشت کا دامن نہ چھوڑیں اور برداشت سے ان سازشوں کو ناکام بنائیں۔ اور ہمارے کارکنوں نے ہر دور میں ہر محاذ پر ہمیشہ نظم وضبط کا مظاہرہ کیا اور اب بھی پاکستان میں سب سے زیادہ بہتر انداز کا

کارکن اللہ رب العزت نے جمعیت علماء اسلام کو نصیب کیا ہے، جس پر میں لاکھ فخر کروں، تب بھی ان کا حق ادا نہیں کرسکتا۔‘‘

ان حالات میں وفاقی اور چاروں صوبوں کی حکومتوں کو چاہیے کہ پولیس انفارمیشن سسٹم کو مزید بہتر بنائیں، سیاسی راہنما اپنے حلقوں میں مشکوک افراد کا ڈیٹا جمع کریں اور خفیہ ایجنسیاں ان اطلاعات پر کارروائی کریں، تاکہ دہشت گردوں اور ان کے سرپرستوں پر کریک ڈاؤن کیا جاسکے۔ چونکہ دہشت گردی ایک بہت بڑا ناسور ہے، جس کے مقابلہ کے لیے پوری قوم کو متحد اور منظم ہوکر مشترکہ طور پر اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہوگا، اگرچہ پاکستان کے سیکورٹی ادارے بھی دہشت گردی کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ محض حکومت یا سیکورٹی اداروں پر تکیہ کرکے بیٹھ جانا ہرگز مناسب نہیں، دہشت گردوں کے خلاف جنگ میں پوری قوم کے ہر فرد کو سپاہی بننا ہوگا۔ ہم پاکستان دشمنوں کو صرف اور صرف اتفاق اور اتحاد کے ذریعہ ہی شکستِ فاش دے سکتے ہیں۔ اس معاملے میں ملک کی سیاسی جماعتوں اور ان کی قیادت کو چاہیے کہ وہ اپنے حامیوں، کارکنوں اور ذمہ داران کو نسلی، لسانی، مسلکی یا سیاسی اختلافات میں اُلجھانے کے بجائے انہیں دہشت گردی کے خطرے سے آگاہ کریں اور آپس میں اُخوت، محبت، ہمدردی اور بھائی چارگی کے پرچار کا درس دیں، ان شاء اللہ! اس سے پاکستانی عوام اس دہشت گردی کے عفریت پر ضرور قابو پالے گی۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے، پاکستان کی حفاظت فرمائے، پاکستانی قوم کی حفاظت فرمائے، اور تمام دینی اور اسلامی اداروں کی حفاظت فرمائے۔

وزارتِ مذہبی امور کا مثالی کارنامہ

اس سال وزارتِ حج نے تقریباً گیارہ لاکھ پچھتر ہزار روپے کا حج پیکج فی کس بنایا تھا، حج سے پہلے ہی ہر حاجی کو قربانی کی مد میں تقریباً پچپن ہزار روپے واپس کیے گئے۔ وفاقی وزیر مذہبی امور جناب طلحہ محمود صاحب نے اعلان کیا تھا کہ جو رقم حجاج کرام کے اخراجات سے بچ جائے گی، وہ رقم حجاج کرام کو واپس کریں گے۔ اس وعدہ کو پورا کرتے ہوئے انہوں نے اعلان کیا کہ تمام سرکاری حجاج کرام کو ۹۷ ہزار روپے فی کس واپس کیے جارہے ہیں۔ البتہ مدینہ منورہ میں دور رہائش پانے والوں کو ایک لاکھ گیارہ ہزار روپے واپس ملیں گے اور جن حجاجِ کرام کو مشاعر میں ٹرین نہیں ملی، انہیں ایک لاکھ اٹھارہ ہزار روپے ملیں گے۔

اسی طرح مرکزیہ میں رہائش اور ٹرین نہ ملنے والوں کو ایک لاکھ بتیس ہزار روپے واپس ملیں گے۔ اس طرح حج کا پیکج فی کس دس لاکھ بتیس ہزار روپے کا رہ گیا ہے۔ حجاج کرام کو واپس کی جانے والی کل رقم ۱۶/ارب روپے بنتی ہے۔ اس پر ہم وزارتِ حج وفاقی وزیر مذہبی، اس کے تمام افسران اور عملہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور قوم کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس لیے ممکن ہوا کہ وفاقی وزیر مذہبی امور کا تعلق اس جماعت کے ساتھ ہے، جن کو خدا خوفی اور یومِ آخرت کی جواب دہی کا ڈر ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ آج ہم نے حجاج کرام کی حج کے لیے دی گئی رقم ہڑپ اور ہضم کرلی تو کل حجاج کرام کا ہمارے گریبانوں میں ہاتھ ہوگا اور ہمیں وہاں چھڑانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

اور یہ پاکستانی تاریخ میں پہلی دفعہ ہوا ہے، جس کا نمونہ ان دو سالوں میں پاکستانی قوم نے دیکھا۔ اس لیے عوام الناس کو چاہیے کہ آئندہ ان ایوانوں اور اقتدار کے لیے ایسے لوگوں کا انتخاب کریں، جن میں خدا خوفی اور جواب دہی کا ڈر ہو، تاکہ پاکستانی قوم کچھ سکھ اور چین کا سانس لے سکے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

ماہِ صفرالمظفر ...... تاریخی حیثیت

مولانا محمد ابوبکر حنفی شیخوپوری

اسلامی کیلنڈر کے اعتبار سے دوسرا مہینہ صفرالمظفر ہے۔مشہور قول کے مطابق اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ صفر کے معنی لغت میں" خالی ہونے" کے آتے ہیں۔اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ حرمت والے چار مہینوں میں سے لگاتار آنے والے تین مہینوں ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم الحرام میں مسلسل لڑائی جھگڑا اور لوٹ مار موقوف کردینے کے باعث صفر کا آغاز ہوتے ہی اپنی پرانی عادت اور قدیم روایت کے مطابق لوٹ مار کا بازار گرم کردیتے اوراس مذموم مقصد کے لیے اپنے گھروں کو خالی چھوڑ کر نکل پڑتے تھے۔اس لیے اس مہینے کو صفر کہا جاتا ہے۔

ماہ صفرالمظفر کی تاریخی حیثیت مسلمہ ہے۔غزوہ ودان (2ہجری) غزوہ بئر معونہ (4ہجری) وفد بنی عذرہ کا قبول اسلام (9ہجری) لشکر اسامہ بن زیدؓ کی روانگی (11ہجری) فتح مدائن (16ہجری) اور دیگر اہم اسلامی اور تاریخی واقعات اور غزوات کے اس ماہ میں پیش آنے کی وجہ سے کوئی بھی اہل بصیرت اس کی تاریخی اہمیت وافادیت کا انکار نہیں کرسکتا۔البتہ قرآن وسنت کی رو سے اس مہینے کی کوئی خاص فضیلت ثابت ہے اور نہ ہی اس میں کوئی مخصوص عبادت مسنون اور مشروع ہے۔

طلوعِ اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں لوگ اس مہینے کے متعلق بہت زیادہ توہم پرستی کا شکار تھے اور اس کے بارے میں عجیب وغریب قسم کے باطل نظریات گڑھ رکھے تھے۔اس مہینے میں شدید درجہ کی لوٹ مار اور جنگ وجدال کے باعث عمومی ذہن یہ بن گیا تھا کہ یہ منحوس مہینہ ہے۔چناں چہ لوگ اس مہینے میں سفر کرنے اور شادی بیاہ، ختنہ اور دیگر تقریبات منعقد کرنے سے گریز کرتے تھے،حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگ اس مہینے میں عمرہ کرنے کو سخت ناپسند سمجھتے تھے۔آج کے تعلیمی ترقی کے دور اور متمدن زمانے میں بھی معاشرے کا ایک بہت بڑا طبقہ صفر کے مہینے میں شادی نہیں کرتا اور یوں قدیم جہلاء کے طرز عمل پر کاربند ہے۔

اسلام کی روشنی نمودار ہونے کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں دیگر باطل نظریات، فرسودہ روایات، توہمات اور قدیم خیالات کی سختی سے تردید فرمائی وہیں اس مفروضے کو بھی یکسر مسترد قرار دیا۔صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان منقول ہے:" کوئی بیماری (اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر) متعدی نہیں ہوتی، نہ ہی بدشگونی کی کوئی حقیقت ہے، نہ ہی الو کی نحوست ہے، نہ ہی روح کی پکار ہے اور نہ ہی صفر کی نحوست ہے۔" اس ماہ سے وابستہ باطل نظریات کی نفی کے لیے ہی صفر کے ساتھ"المظفر" (بمعنی کامیاب) کا لفظ استعمال کر کے صفرالمظفر کہا جاتا ہے۔

اس مہینے کی نحوست ثابت کرنے کے لیے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس نے مجھے صفر کے گزر جانے کی بشارت دی میں اس کو جنت کی بشارت دوں گا۔"اس حدیث کی اسنادی حیثیت اس درجہ کی نہیں ہے کہ اس سے استدلال کیا جاسکے، چناں چہ ملاعلی قاری حنفیؒ نے"الموضوعات الکبریٰ" میں اور دیگر کبار محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی تصنیفات میں اس روایت کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے۔فضائل اور وعیدات کے باب میں باتفاق روایات ضعیف روایات تو قابل قبول ہیں، وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ ضعف شدید نہ ہو،لیکن اس کے لیے موضوع روایات کا سہارا نہیں لیا جاسکتا۔

ماہ صفر کے ساتھ ایک اور جھوٹے واقعے کو منسلک کر کے ایک بدعت کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ بہت سے لوگ اس مہینے کے آخری بدھ کو سیر وسیاحت کے لیے تفریحی مقامات پر گھومنے پھرنے کے لیے نکل پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن اپنی بیماری سے شفایاب ہو کر چہل قدمی کے لیے اپنے حجرہ اقدس

سے باہر تشریف لائے تھے۔ یہ امر واقعہ نہیں، بلکہ خلاف حقیقت ہے، اس لیے کہ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن بیماری سے شفایاب نہیں ہوئے تھے، بلکہ اس دن تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات کا آغاز ہوا تھا، چنانچہ استاذ المحدثین مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے سیرۃ المصطفیٰ میں البدایۃ والنہایۃ کے حوالہ سے نقل کیا ہے: ”ماہ صفر کے اخیر عشرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار شب کو اٹھے اور اپنے غلام ابومویہبہ کو جگایا اور فرمایا مجھ کو حکم ہوا ہے کہ اہل بقیع کے لیے استغفار کروں، وہاں سے واپس تشریف لائے تو دفعۃً مزاج ناساز ہوگیا، سر میں درد اور بخار کی شکایت پیدا ہوگئی، یہ ام المومنین میمونہؓ کی باری کا دن تھا اور بدھ کا روز تھا۔“ لہٰذا خاص طور پر اس مہینہ کے آخری بدھ کو اہتمام کر کے سیر و سیاحت کے لیے نکلنا اور اس عمل کو سنت سمجھنا غلط ہے، جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ امر واضح ہوگیا کہ صفر کا مہینہ نحوست سے پاک ہے، اس کو منحوس سمجھنا جاہلانہ ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔ فی نفسہ کسی بھی وقت اور زمانے میں نحوست نہیں ہوتی، بلکہ اصل میں نحوست انسان کے اعمال بد میں ہوتی ہے، لیکن وہ اپنے کرتوتوں کا ملبہ زمانے پر ڈال کر خود کو بری الذمہ کر لیتا ہے۔ جیسا کہ علامہ محمد اقبال مرحوم نے فرمایا:

اپنے جرموں پر پردہ ڈال کر اقبال
ہر شخص کہہ رہا ہے زمانہ خراب ہے

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے: ”تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ ارے زمانے کی کمبختی، اس لیے کہ زمانہ (کی گردش) تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔“ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد نقل کرتے ہوئے فرمایا: ”ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے (اس صورت میں کہ) وہ زمانے کو گالی دیتا ہے، حالانکہ میں ہی زمانہ (کی گردش کا محرک) ہوں۔“

نیز قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے والعصر کہہ کر عمومی طور پر بھی زمانے کی قسم اٹھائی اور زمانے کے مختلف اوقات صبح، چاشت، شام، رات اور سحری کے وقت کی قسم اٹھا کر بھی زمانے کی عظمت کو واضح کیا۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ زمانے کو برا بھلا کہنے کی بجائے اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو۔☆☆

دکھی انسانیت کے نام

میرے بھائیو! صحیح علاج کیلئے دوا کے ساتھ ساتھ تدابیر اور غذا کی موافقت بھی لازمی ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خونی پیچش ہوں اور تکے کباب روسٹ بروسٹ وغیرہ کھائے جائیں اور پھر شفاء کی اُمید رکھی جائے اسی طرح یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ گوشت خوری بھی کی جائے اور ذیابیطس بھی نہ ہو دودھ اور چاول کھائے جائیں اور نزلہ زکام کو فائدہ ہو جائے۔ میرے بھائیو! حکمت بچوں کا کھیل نہیں یہ طویل ترین ریاضت تجربہ اور محنت کے ساتھ ساتھ قلب ونظر کی پاکیزگی اور توجہ الی اللہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ بفضل تعالیٰ چالیس سالہ تجربہ کے دوران بے شمار ملکی وغیر ملکی مریضوں کا علاج کر چکا ہوں۔ طبیہ کالج کا سابقہ لیکچرار ہوں 3 ایوارڈ اور ایک تعریفی سند حاصل کر چکا ہوں مرکزی سرپرست متحدہ حکمائے محاذ پاکستان ہوں ہمارے تیار کردہ کورسز میں کوئی نشہ آور، کوئی زہریلی، کوئی ایلوپیتھک دوائی نہیں ہے

خصوصی نوٹ: 1: مشورہ فیس مبلغ 500 روپے 2: معائنہ فیس مبلغ 1000 روپے

3: مبلغ چھ صد روپے بھیج کر میری کتاب نظریہ مفرد اعضاء منگوا کر علاج بالغذا۔ علاج بالدوا پر عمل کریں انشاء اللہ شفا ہوگی

4: ہمارے پندرہ روزہ کورسز درج ذیل ہیں

بے خوابی	ضعف بصر	مونہہ سے بدبو	تپ دق	بھوک بند ہونا	بھگندر	تقطیر البول	وجع المفاصل	تشنج وکزاز	موٹاپا	سانس پھولنا	بے اولادی	خاموش جنون	اماس	عدم انتشار	ہیموفیلیا
نسیان	بند نزلہ	رال ٹپکنا	ٹی بی	السر	گیس	سلسل البول	تحجر المفاصل	مہرے ہل جانا	دبلا پن	تریاق نشہ	اسقاط	اعضاء کا سن ہونا	استسقاء	پس سیل	کمی جراثیم
مرگی	کیرا	لکنت	کولسٹرول	دائمی قبض	یورک ایسڈ	بول بستری	گینٹھیا	الرجی	بال گرنا	اٹھرا	اولاد نرینہ	فالج	اعصابی کمزوری	بریسٹ کینسر	ایزوسپرمیا
رعشہ	ناک کی ہڈی کا بڑھنا	گلہڑ	دل کا دورہ	سنگرہنی	پتھری	بواسیر	عرق النساء	برص	بال سفید ہونا	ہسٹریا	سوکڑا	بلڈ پریشر	جسمانی کمزوری	لیوکیمیا	عنانت
ٹینشن	مونہہ کے چھالے	دمہ	دل کے وال بند ہونا	اپنڈکس	شوگر	سوزاک	کمر درد	رسولیاں	کمی خون	ٹیوبز کا بند ہونا	تلخ جنون	ہیپاٹائٹس	بچی لاغری کوتاہی	تھیلاسیمیا	سدا جوانی

حکیم حاجی عبدالکریم بھٹی
0321-7545119
0345-7545119
ہر قسم کی رقم پہلے بھیجیں۔ مس کال نہیں کال کیجئے
یو بی ایل کمل کرنٹ اکاؤنٹ نمبر
0341232584961
موبی کیش اکاؤنٹ نمبر
0321-7545119
ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر
0345-7545119
لاہور اوکاڑہ روڈ حبیب آباد ضلع قصور

حیاتِ انسانی کی اُلجھنیں

محترم راحیل گوہر صدیقی

انسان کی زندگی ایک ایسی اُلجھی ہوئی ڈور ہے جس کا سرا ڈھونڈتے بعض اوقات ساری عمر بیت جاتی ہے، مگر ڈور سلجھنے ہی نہیں پاتی۔ زندگی کی اس اُلجھی ڈور کو سلجھانے کے لیے جس فہم و فراست، دور اندیشی اور دروں بینی کی ضرورت ہوتی ہے، وہ بھی ہر انسان میں نہیں ہوتی۔ خال خال لوگ ہی ہیں، جنہیں اللہ کی یہ نعمت حاصل ہوتی ہے۔ کم فہمی، عجلت پسندی، حقائق سے لاعلمی اور جھوٹی انا جیسے عناصر انسانی معاملات کو مزید پیچیدہ کر دیتے ہیں۔ اس دنیا میں کچھ لوگ غیر معمولی ذہانت، فطانت، عقابی نگاہ اور عبقری شخصیت کے حامل ہوتے ہیں، جو ہر گزرتے ہوئے لمحے کو اپنی مٹھی میں قید کر لینے کی خداداد صلاحیت رکھتے ہیں اور پھر یہی لوگ دنیا میں شہرت، دولت اور زندگی کی بے شمار آسائشوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان کی زندگی کا محور و مرکز یہی مادی دنیا ہوتی ہے، اس لیے ان کی تمام بھاگ دوڑ، تمام سعی و جہد اسی فانی دنیا کے لیے ہوتی ہے۔ وہ اپنی کاوشوں سے شہرت و کامرانی کی بلندیوں کو چھونے لگتے ہیں۔ ان کی شخصیت لوگوں کی مرکز نگاہ ہوتی ہے اور وہ جو چاہتے ہیں حاصل کر لیتے ہیں۔ مادہ پرستانہ سوچ ان کے ہر عمل سے نمایاں ہوتی ہے، کیوں کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہوتا ہے وہ دنیا کے نفع ونقصان کو سامنے رکھ کر ہی تو کیا ہوتا ہے اور یہی قانونِ فطرت ہے کہ انسان جس کے لیے کوشش کرتا ہے، اسے وہی ملتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: ''وان لیس للإنسان إلا ماسعی۔'' (النجم)

''اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔''

اس کے برعکس کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کی ساری بھاگ دوڑ اور سعی و جہد ہمہ وقت اور ہمہ جہت صرف ایک ہی زاویے میں ہوتی ہے کہ اس دنیا کی نعمتیں ملیں نہ ملیں، لیکن ان کی آخرت بہتر اور نتیجہ خیز ہو جائے اور ان کا رب ان سے راضی ہو جائے۔ وہ ہر اس عمل سے خود کو بچاتے ہیں جس میں اللہ کے غضب کا امکان پیدا ہوتا ہو۔ ان کے نزدیک یہ دنیا برتنے کی چیز ہے، لہٰذا اسی میں کھو کر رہ جانا اور دنیا ہی کو دل میں بسا لینا ان کا مطمح نظر نہیں ہوتا۔ بقول اکبر الہ آبادی:

دنیا میں ہوں، دنیا کا طلب گار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں، خریدار نہیں ہوں!

چناں چہ جس طرح دنیا کی طلب اور اس کے لیے تگ و دو آخر کار انسان کو کم و بیش دنیا دے ہی دیتی ہے، اسی طرح انسان آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنے جسم و جان کی تمام توانائیاں کھپا دیتا ہے تو اسے آخرت کی فلاح اور رب تعالیٰ کی نظر کرم حاصل ہونے کی امید پیدا ہو جاتی ہے۔ متعدد آیاتِ قرآنی اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں یہ کہا جاتا ہے کہ'' ایمان والا اُمید اور خوف کے درمیان رہتا ہے۔''

انسان اپنی کوشش، ارادہ، عزمِ صمیم، اپنی خواہش اور طلب کی شدت سے کامیاب اور فتح مند ہو جاتا ہے، اس لیے کہ حرکت میں برکت ہے اور اللہ کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ و اختیار کی آزادی دے کر دنیا میں بھیجا ہے، اس کے ہاتھ پیر باندھ کر نہیں اور یہ دنیا اور اس کی مصلحتوں کا تقاضا بھی ہے۔ چنانچہ انسان کو صلہ تو مل ہی جاتا ہے، تاہم کامیابی، فتح مندی، شہرت و ناموری حاصل کرنا اور پھر اس کو اپنی زندگی میں قائم رکھنا، دو الگ پہلو ہیں۔ ایسے ہی جیسے اس دنیا اور آخرت کے قانون بالکل الگ الگ ہیں۔ پانی اپنی سطح سے باہر نکل جائے تو ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے۔ دودھ برتن کے اندر رہے تو بہتر ہے، مگر وہ آگ کی حرارت سے اُبل کر باہر آ جائے تو وقت اور پیسہ دونوں ضائع ہو جاتے ہیں۔ ان حقائق سے لاعلم ہو کر انسان بعض اوقات اپنی کامیابی، اپنی شہرت و بلندی اور اپنے مقام و مرتبہ کے احساسِ برتری میں مبتلا ہو کر، دوسرے انسانوں کو کم تر، حقیر اور بے وقعت سمجھنے لگتا ہے۔ مختلف پیرائے میں ان کی تضحیک و توہین کو اپنا مشغلہ بنا لیتا ہے، کیوں کہ اس کے ذہن

میں یہ جازم ہو چکا ہوتا ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے یہ سب اس کی محنت و ذہانت، حکمت عملی اور بہترین منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے۔ یہ وہ باغیانہ افکار ونظریات ہیں جو انسان کے لیے اللہ سے دوری کا سبب بنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی شکر گزاری کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ان کو اس کی ہدایت کے مطابق استعمال کیا جائے۔ جس عمل میں بھی اللہ کی ہدایت واطاعت شامل نہ ہو وہ کسی اعتبار سے بھی اس کے لیے نعمت اور فلاح کا باعث نہیں بن سکتا۔ جو چیز اپنے محل سے ہٹ جائے وہ اپنا مقام اور اپنا اثر کھو دیتی ہے۔

اسلامی تعلیمات میں سب سے اعلیٰ وصف انسان کا اخلاق ہے اور اس دائرے میں انسانوں کے تمام رویے شامل ہیں۔ انسان عظیم واشرف مخلوق ہے، بایں طور کہ یہ علم ودانش کی صلاحیت رکھتا ہے۔ انسان کو طاقت، وزن یا رنگ کی بنیاد پر دوسری مخلوقات پر فوقیت نہیں بخشی گئی، کیوں کہ چیتا اس سے زیادہ طاقت اور ہاتھی اس سے زیادہ وزن رکھتا ہے۔ رنگ میں کئی جانور انسان سے زیادہ خوب صورت نظر آتے ہیں۔ غرض انسان طاقت، وزن یا صورت کا نام نہیں، بلکہ اُس جوہر کا نام ہے جو خالق کائنات نے اس کے اندر اپنی روح میں سے پھونکا اور اس جوہر کی حیات وحی الٰہی سے ہے۔ اگر انسان کو علم وحی حاصل نہ ہو تو وہ انسان، انسان نہیں رہے گا، گو اس کی صورت انسان جیسی ہو۔

جب انسان فطری قوانین (Natural Laws) کے برخلاف کام کرتا ہے تو اس کے منفی اثرات اس کی زندگی پر ضرور پڑتے ہیں۔ انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب کچھ رب کائنات کی عطا ہے۔ ایک محدود مدت تک یہ سب اس کے پاس رہتا ہے، پھر اللہ اپنی امانت واپس لے لیتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہماری اپنی زندگی اپنی نہیں ہے، جس کو بنانے سنوارنے میں انسان جائز وناجائز، حق وناحق اور ظلم وزیادتی کے رویوں سے گریز نہیں کرتے، لیکن پھر بھی یہ ہم سے چھین لی جاتی ہے۔ ہم اور ہمارے چاہنے والے روکنا چاہیں بھی تو روک نہیں سکتے۔ بالکل اسی طرح جیسے کچھ پھول شام ڈھلے اپنی پنکھڑیاں سمیٹ کر، اپنی رعنائیوں کے ساتھ، اپنے ہی وجود میں سما جاتے ہیں۔ ہم چاہیں بھی تو ان سمٹی ہوئی پنکھڑیوں کو پھول نہیں بنا سکتے، کیوں کہ قانونِ فطرت یہی ہے۔

اس دنیا میں کتنے ہی انسان لمحہ بھر کی خوشی ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہ دنیا ہی چھوڑ جاتے ہیں۔ اسی کا نام حیاتِ دنیوی ہے، جسے انسان کو جھیلنا ہی پڑتا ہے۔ یہاں حقیقت کو فسانہ بنتے دیر نہیں لگتی۔ کوئی اپنے گھر سے تفریح منانے، مسائل اور ناخوش گواریوں کی دھول کو اپنے ذہن سے جھٹکنے، مایوسیوں اور کلفتوں کی دبیز چادر کو اپنے اوپر سے اُتار پھینکنے، رزق کی تلاش، حصول علم یا محض اپنے شوق آوارگی کی تسکین کے لیے کھلی فضاؤں اور یخ بستہ ہواؤں کا لطف لینے سفر پر نکل جاتا ہے اور اسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ اس کی زندگی کا آخر سفر ہوگا۔ روح وبدن کے ساتھ گھر سے چلا تھا اور بے روح ہو کر خاکی جسم کے ساتھ واپس لوٹے گا۔ روح وبدن کی اس جدائی کا تسلسل ازل سے جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا کہ یہی منشائے الٰہی ہے، جسے کوئی بدل نہیں سکتا۔

ہر انسان حالت سفر میں ہے، کسی کا سفر دو گام چلتے ہی ختم ہو جاتا ہے اور کوئی ایک طویل شاہ راہ پر چلتا جاتا ہے۔ اس کے قویٰ شل ہونے لگتے ہیں، آرزوئیں دم توڑنے لگتی ہیں، جذبات کی سرد لہریں جسم میں خون منجمد کرنے لگتی ہیں، مگر سفر بھی ختم نہیں ہوتا۔ راستے کی کٹھنائیاں سانسوں کو اتھل پتھل کر دیتی ہیں۔ چلتے چلتے وہ آبلہ پا ہو جاتا ہے، مگر سفر پھر بھی جاری رہتا ہے۔ دن ہفتوں کا اور مہینے سالوں کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں۔ چلتے چلتے کوئی مڑ کر دیکھتا ہے تو دور تک ناکام تمناؤں کی گرد اُڑتی دکھائی دیتی ہے۔ اکیلے پن کا احساس روح کو چھلنی کرتا محسوس ہوتا ہے۔ کچھ لوگ دنیا کی کثیر دولت سمیٹ کر بھی خود کو تہی دامن پاتے ہیں۔ دولت کے انبار گھر میں موجود ہوتے ہیں، جسے دوسرے استعمال کرتے ہیں، یعنی ”دکھ جھیلیں بی فاختہ اور کوے انڈے کھائیں“ کے مصداق صاحب ثروت کو کھانا بھی ناپ تول کر چمچوں سے کھلایا جاتا ہے۔ کچھ لوگ تنہا اپنی ذات میں انجمن ہوتے ہیں اور بعض لوگ انجمن میں تنہا اور اکیلے اکیلے۔ یہی اس زندگی کا تضاد ہے، لیکن یہ زندگی کبھی ختم نہیں ہوتی، کیوں کہ اس کا ایک سرا دنیا ہے تو دوسرا سرا آخرت!

ہر گزرنے والا دن ہمیں اپنی موت سے قریب تر کر رہا ہے، لیکن سوچنے کا موقع کسی کے پاس نہیں۔ ہمیں تو ہر آنے والے نئے سال کا جشن منانا یاد رہتا ہے۔ آتش بازی کے نام پر آگ اور بارود کا کھیل، بے ہنگم موسیقی پر تھرکتے مدہوش بدن، دنیا ومافیہا سے بے نیاز، بال کھولے بے حیائی ناچتی ہے۔ رنگ ونور کی یہ محفلیں پوری رات اپنا جوبن دکھاتی ہیں۔ یہ ہے ابن آدم کا

طرزِ زندگی اور اس کے شب وروز کے میلے ٹھیلے! ہم اس دنیا میں کیوں آئے ہیں، ہماری راہ گزر کون سی ہے، منزل کہاں ہے، ہمیں کیا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے؟ ان سوالوں کے جواب نہ کوئی جانتا ہے اور نہ جاننے کی جستجو کسی کے اندر مچلتی ہے۔ (الّا ماشاء اللہ!) کیوں کہ علم تو خوف پیدا کرتا ہے، اس لیے نہ جاننا ہی بہتر ہے۔ بقول عبدالحمید عدم:

میں مے کدے کی راہ سے ہوکر نکل گیا!
ورنہ سفرِ حیات کا کافی طویل تھا

یہ زندگی جشن منانے، لطف وسرور کی محفلیں سجانے اور مادیت کے جال میں خود کو محصور کرنے کے لیے نہیں دی گئی ہے۔ زندگی کا مقصد اُس ذاتِ اقدس کی عبادت میں پنہاں ہے جس نے ہمیں عدم سے وجود بخشا ہے۔ ہمارے خاکی وجود میں روحِ ربانی کا لطیف جوہر پھونکا اور ہم جیتے جاگتے انسان بن گئے۔ اس دنیائے فانی میں ہمیں خالی دامن نہیں بھیجا گیا، بلکہ عدم سے وجود بخشنے کے ساتھ ہی بے شمار نعمتوں سے مالا مال بھی کیا گیا۔ لیکن جیسے ہی ہم عدم سے وجود میں آئے، اپنا وہ عہد ہی بھول گئے جو اپنے خالق سے ہم نے کیا تھا۔ ہم سب نے اُس کے رب ہونے کی یک زبان ہوکر گواہی دی تھی، لیکن ہم یہ بھول گئے۔ اس کے باوجود وہ رب ذوالجلال ہمیں نہیں بھولا۔ وہ ہمیں رزق دینے کے ساتھ ساتھ ہماری ہر ضرورت اور احتیاج کو پورا کر رہا ہے۔

جدیدیت کا تصور یہ ہے کہ انسان کسی خدا اور مذہب کا پابند نہیں ہے۔ وہ اپنی آزادی کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی زندگی جس طرح چاہے بسر کرے۔ ماضی، حال اور مستقبل کے آمیزے سے ایک وحدت اُبھر کر سامنے آتی ہیں۔ ماضی کے بغیر حال اور حال کے بنا مستقبل کا کوئی وجود نہیں۔ مسلمانوں کا شان دار ماضی ایک تحریک ہے، راستے کی رکاوٹ نہیں۔ اقبال نے امت مسلمہ کے ماضی سے متاثر ہوکر اپنی شاعری کی شمعیں فروزاں کیں۔ اسلام کے ماضی پر فکر وتدبر کے نتیجہ میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کرنے کا داعیہ دل میں پیدا ہوا اور آج پورے کرۂ ارض پر احیائی تحریکوں کی اُٹھان اسی فکر ونظر کا اعلان ہے کہ ماضی کی پختہ اینٹوں سے ہی حال کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔

فہم وفراست کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنے ماضی کا احتساب کرنا چاہیے کہ ماضی میں کیا کھویا اور کیا پایا، حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کہاں کہاں کوتاہیاں ہوئیں، کس پر ظلم وزیادتی کی، اپنے طرزِ عمل سے لوگوں کو دین سے قریب کیا یا انہیں دین سے دور ہونے کی راہ سجھائی! آج ہم اس دنیا کے رنگ وبو میں ایسے مست رہتے ہیں کہ آگے پیچھے، دائیں بائیں کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ ہم شیطان کے ہاتھوں میں کٹھ پتلیوں کی مانند ناچ رہے ہوتے ہیں، جس کے نتیجے میں مصائب، ناگہانی آفتیں، عجیب طرح کی بیماریاں، فرسٹریشن، شکوک، اوہام اور بے سکونی ہمارے گھروں میں ڈیرے ڈال لیتی ہے۔

دنیا کا اصل لطف اپنے خالق کی بندگی، عاجزی، فروتنی، پاکیزگی اور شرم وحیا کے احساس کے ساتھ زندگی گزارنے میں ہے۔ دوسروں کے لیے زندہ رہنے والا انسان کبھی نہیں مرتا۔ وہ زندہ رہتا ہے لوگوں کے دلوں میں، ان کی یادوں میں، ان کی خلوت وجلوت میں اور تاریخ کے اوراق میں۔ کاش! اس دنیا میں ہی ہمیں یہ بات سمجھ میں آجائے اور ہمیں اپنی ذات کی صحیح معرفت حاصل ہو جائے۔ یہی اللہ کی معرفت تک لے جانے والا راستہ ہے اور ہمارے آنے والے کل کے لیے یہی ہماری نجات کا باعث بن سکتا ہے۔ اس کی کام یابی کے لیے ہمارا حسنِ عمل، خشیتِ الٰہی، ظاہر وباطن کی نفاست اور اپنے اللہ سے گڑگڑا کر مانگی ہوئی دعا بہترین وسیلہ ہے:

یہ ایک سجدہ جسے تُو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

مرفہ الحال لوگوں کا مصیبت کے مارے انسانوں کی بے بسی اور ناگفتہ بہ حالت سے چشم پوشی اختیار کرنا، اپنے ہی عیش وعشرت اور طاؤس ورباب میں مدہوش رہنا، معاشرے کے محروم طبقے میں تعصب، انتقام اور ظلم کی روش کو جنم دیتا ہے اور یہ طرزِ عمل دنیا میں تباہی وبربادی، خوں ریزی، دہشت گردی، لوٹ مار، چھینا جھپٹی اور حیوانیت کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ یہ وہ حقائق ہیں، جنہیں ہر باشعور انسان خوب جانتا ہے، کیوں کہ وہ خود بھی اسی ماحول میں زندگی گزار رہا ہے۔ جو لوگ اس وقت دنیا کی باگ ڈور تھامے ہوئے ہیں وہ کٹھور دل، سفاک اور مال ودولت کے پجاری ہیں، انہیں عوام صرف اس وقت یاد آتے ہیں جب ووٹ کی ضرورت ہوتی ہے اور جب وہ اپنی منزل پر پہنچ جاتے ہیں تو ان کو یاد ہی نہیں رہتا کہ کن لوگوں کے کندھوں پر سوار ہوکر مسندِ اقتدار تک پہنچے ہیں۔

یہ بے حسی ہمارے حکم رانوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ ان کے دورِ اقتدار میں کوئی خودکشی کرکے مرجائے یا غربت اور مفلسی سے تنگ

آ کر اپنے معصوم بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دے، ان کو اس سے نہ کوئی غرض ہوتی ہے اور نہ اس پر کوئی افسوس! ہم بحیثیت اُمتِ مسلمہ وہ خوش نصیب اور بخت آور لوگ ہیں جن کے پاس رب کائنات کی طرف سے انسان کی فوز و فلاح اور اطمینانِ قلب کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات موجود ہے۔ پھر ہمیں کسی خوف اور غلامی کے سمندر میں ڈوبنے کی کیا ضرورت ہے؟

یہ حقیقت ہے کہ ہر انسان کی اپنی ایک مخصوص فطرت (Nature) ہے، جس پر انسان کے ذہن میں پرورش پانے والے ہر تصور کی بنیاد ہے۔ یہ وصف ہر انسان میں بالقوہ (Potentially) موجود ہے۔ مطلب یہ کہ ہر فرد انسان کے کلی تصور، یعنی تصور انسان کی ایک مخصوص مثال ہے۔ انسان پہلے وجود میں آتا ہے، اپنی ذات کا سامنا کرتا ہے، کاغذات میں اُبھرتا ہے اور پھر کہیں اپنے تصور کی تشکیل کر پاتا ہے۔

انسان صرف اس وقت وجود سے مشرف ہوتا ہے جب وہ کچھ ہو اور مزید کچھ کر کے وہ خود کو بنانا چاہتا ہو۔ محض کچھ ہونے کی آرزو اس کا وجود نہیں۔ آرزو یا ارادے سے ہماری مراد شعوری طور پر کچھ فیصلہ کرنا ہے۔ ایسا فیصلہ جو اکثر و بیشتر ہم اپنے آپ کو بنا لینے کے بعد کرتے ہیں۔ کوئی شے ہمارے لیے اس وقت تک بہتر نہیں ہو سکتی جب تک تمام نوع انسان کی اس میں بہتری نہ ہو۔ اس حقیقت کا ادراک ہی ہمارے نفس کا اصل جوہر ہے اور اگر یہ نہ ہو تو انسان اینٹ اور پتھر سے زیادہ وقعت دیے جانے کے قابل نہیں۔

انسان کا طرزِ عمل دراصل اس کی فکر اور سوچ کا عکس ہوتا ہے۔ انسان کے کردار پر اس کی سوچ کا گہرا اثر پڑتا ہے۔ جس طرح کے عقائد ونظریات ہوں گے، اعمال بھی اسی کے مطابق ہوں گے۔ گویا انسان کا نظریۂ زندگی ہی اس کے تمام اعمال وافعال پر حکمرانی کرتا ہے۔ بعض لوگ اپنے غیر مناسب طرزِ عمل اور غیر اخلاقی رویوں سے زندگی کی ڈور کو سلجھانے کے بجائے کچھ اور اُلجھا دیتے ہیں، کیوں کہ سرا گم ہو جائے تو ڈور میں اُلجھاوا بڑھتا ہی جاتا ہے۔ شعور وادراک ہی انسان کی وہ قیمتی متاع ہے جو زندگی کی ہر راہ کو ہموار کر دیتے ہیں۔ اُلجھنیں تو آتی رہتی ہیں، حالات ومعاملات میں گرہیں پڑتی ہیں، مگر فہم و فراست کے حامل انسان کی ایک چٹکی ان تمام گرہوں کو اس طرح کھول دیتی ہے، جیسے طلوع سحر کے وقت شاخوں میں لگی کلیاں انگڑائیاں لے کر خوش نما اور دیدہ زیب پھول بن جاتی ہیں۔

ایک کامیاب، بھرپور اور جوہر انسانیت سے معمور زندگی سات پردوں میں چھپی کوئی شے نہیں ہے، بلکہ ہر فرد کو اپنے فکر و عمل، اپنی غیر فطری (Unnatural) نفسیات اور زیغ و ضلال (Deception) سے دھندلائے ہوئے آئینہ کی گرد صاف کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسا کرنے سے انسانیت کا بے داغ اور منور چہرہ نکھر کر سامنے آئے گا اور پھر زندگی کی ہر اُلجھی ہوئی ڈور سلجھتی چلی جائے گی۔ آگہی کا نور دل کے بند دریچوں کو کھول دے گا اور حیرت و استعجاب کے دبیز پردے یوں اُٹھتے چلے جائیں گے، جیسے چاند کے اوپر آئے گہرے بادل دھیرے دھیرے سرکتے جاتے ہیں اور چاند کی نرم وگداز کرنیں آسمان کی وسعتوں میں چہار سُو اپنی پوری تابناکیوں کے ساتھ بکھر جاتی ہیں۔☆☆

اسلام میں تشدد، تعصب کی گنجائش نہیں: ڈاکٹر عبداللطیف

اسلام آباد (نمائندہ ایکسپریس) مکہ مکرمہ میں دوروزہ عالمی کانفرنس جاری ہے جس میں دنیا بھر سے ۱۵۰ مفتیان کرام اور علما ومشائخ شرکت کر رہے ہیں۔ پہلی نشست کی صدارت سعودی وزیر مذہبی امور ڈاکٹر عبداللطیف آل الشیخ نے کی، جس میں امام کعبہ شیخ عبدالرحمٰن السدیس اور امام مسجد نبوی شریف شیخ عبدالرحمٰن الحذیفی نے خصوصی شرکت کی۔ کانفرنس کا موضوع باہمی روابط اور اسلام کے پیغام اعتدال کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانا ہے۔ پہلے روز کانفرنس کے چار سیشن منعقد ہوئے جن میں متعدد ممالک سے شرکت کرنے والے علماء ومفکرین نے اپنے مقالے پیش کئے۔ صدارتی خطبے میں ڈاکٹر عبداللطیف نے اسلام کے پیغام محبت کو عام کرنے پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ اسلام میں تشدد اور تعصب کی کوئی گنجائش نہیں۔ پاکستان سے مرکزی جمعیت اہل حدیث کے امیر سینیٹر علامہ ساجد میر، ناظم اعلیٰ ڈاکٹر سینیٹر حافظ عبدالکریم، بادشاہی مسجد کے خطیب اور رؤیت ہلال کمیٹی کے چیئرمین مولانا عبدالخبیر آزاد، مولانا فضل الرحیم، مولانا سعید یوسف، مولانا عبدالرشید حجازی اور حافظ مقصود احمد نے شرکت کی۔

(روزنامہ ایکسپریس کراچی، ۱۴؍اگست ۲۰۲۳ء)

اجلاس مرکزی مجلس شوریٰ، ملتان

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

ملتان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ۶؍اگست ۲۰۲۳ء کو امیر مرکزیہ حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خان خاکوانی دامت برکاتہم کی زیر صدارت مرکزی دفتر حضوری باغ روڈ ملتان میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا صاحبزادہ عزیز احمد خانقاہ سراجیہ کندیاں، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ کراچی، مولانا مفتی خالد محمود کراچی، مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن ٹنڈو آدم، مولانا انوار الحق کوئٹہ، مولانا سمیع اللہ جان پشاور، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی لاہور، مولانا عبید الرحمٰن تلہ گنگ، حافظ محمد یوسف عثمانی گوجرانوالہ، قاری محمد یاسین فیصل آباد، مولانا مفتی محمد راشد مدنی رحیم یار خان، مولانا قاضی محمد ابراہیم ثاقب الحسینی اٹک، مولانا مفتی محمد حسن لاہور، مولانا اللہ وسایا، حافظ محمد انس ملتان، جناب خالد مسعود ایڈووکیٹ تلہ گنگ اور راقم الحروف نے شرکت کی۔

اجلاس میں گزشتہ سال میں وفات پانے والے حضرات کے لئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا حضرت الامیر دامت برکاتہم نے کرائی۔ اجلاس میں جمعیت کے ورکرز کنونشن باجوڑ میں بم دھاکہ کی مذمت کی گئی۔ نیز شہداء کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔ مجلس کی تبلیغی رپورٹ راقم الحروف نے پیش کرتے ہوئے کہا کہ پورے سال میں ملک بھر میں ہزاروں اجتماعات منعقد کئے جاتے ہیں۔ مجلس کے شعبہ تبلیغ میں چھیالیس علماء کرام ہمہ وقت مصروف عمل ہیں۔ مبلغین کی ہر تین ماہ کے بعد میٹنگ ہوتی ہے جس میں گزشتہ سہ ماہی کے پروگراموں کا جائزہ لیا جاتا ہے اور آئندہ سہ ماہی کے پروگرام طے کئے جاتے ہیں۔

امسال ۳؍جون کو جلال پور پیر والا ضلع ملتان میں عظیم الشان بڑی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں ہزاروں لوگوں نے موسلا دھار بارش کے باوجود شرکت کی۔

ان شاء اللہ العزیز! ۳۱؍اگست کوئٹہ، یکم ستمبر حیدرآباد، ۶؍ستمبر لاہور، ۷؍ستمبر اسلام آباد، پشاور، حافظ آباد اور فیصل آباد میں بڑے اجتماعات منعقد ہوں گے۔ ان اجتماعات کو کامیاب کرنے کے لئے مبلغین ختم نبوت سینکڑوں چھوٹے اجتماعات منعقد کریں گے۔

۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخ ساز فیصلہ کی یاد میں ملک بھر میں ختم نبوت ریلیاں نکالی جائیں گی۔ شوریٰ کو بتایا کہ کانفرنسوں کی طرح پورے ملک میں ختم نبوت کورسز منعقد ہوتے ہیں اور بڑا کورس شعبان المعظم کے اوائل میں چناب نگر میں منعقد ہوتا ہے۔ جس میں گزشتہ سال ساڑھے چھ سو سے زائد علماء کرام، مدارس عربیہ کے منتہی طلبہ اور عصری تعلیمی اداروں کے اسٹوڈنٹس نے شرکت کی۔ جنہیں نقد وظائف کے علاوہ تقریباً پانچ پانچ ہزار کی کتابوں کے بنڈل، سندات اور امتحان میں اوّل، دوم، سوم آنے والوں کو نقد انعام دیئے گئے۔

مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے مدرسہ ختم نبوت چناب نگر سے متعلق رپورٹ دیتے ہوئے بتلایا کہ جامعہ ختم نبوت کے شعبہ کتب میں ۱۱؍اساتذہ کرام، شعبہ حفظ میں ۸؍اساتذہ کرام، شعبہ اسکول میں چار ٹیچرز، ڈسپنسری میں ایک کوالیفائیڈ ڈاکٹر، ایک ڈسپنسر، شعبہ خدمت میں

دعائے صحت

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے استاد اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے انتہائی مشفق جامع مسجد قدسی جمشید روڈ کے امام وخطیب حضرت مولانا محمد زکریا مدظلہ عرصہ دراز سے علیل ہیں اور اس وقت آئی سی یو میں داخل ہیں تمام قارئین سے گزارش کی جاتی ہے کہ خصوصی دعاؤں میں مولانا زکریا مدظلہ کو یاد رکھیں۔

آٹھ حضرات خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ ان کی نگرانی میں سینکڑوں طلبہ وطالبات تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ واٹر فلٹر پلانٹ لگ گیا ہے جس سے مدرسہ کے طلبہ کے علاوہ کالونی کے عوام بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

مدرسہ ختم نبوت چناب نگر میں تمام درجات کی تعلیم ہوتی ہے اور تخصص فی الافتاء وختم نبوت کی کلاس بھی کئی سال سے جاری ہے نیز مولانا ثانی نے بتلایا کہ اچھروال مدرسہ میں شعبہ حفظ میں تین اساتذہ کرام خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مدرسہ اچھروال کی قدیم عمارت گرا کر اس کی اینٹوں سے نئی عمارت کی بنیادیں بھر دی گئیں اور قابل استعمال گارڈر، ٹی آر گدپور تعمیرات کے لئے بھیج دیئے گئے۔ انہوں نے بتلایا کہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس کے شرکاء کی سہولت کے لئے گزشتہ سال ۱۰۰ بیت الخلاء بنائے گئے۔ اس سال ۵۰ مزید بنا دیئے گئے ہیں۔ مدرسہ عربیہ گدپور ضلع مظفر گڑھ سے متعلق شوریٰ کو مولانا محمد انس نے بتلایا کہ تقریباً ایک ایکڑ زمین مجلس کے نام ہے مسجد، مدرسہ کے چھ کمروں پر چھت ڈال دی گئی ہے۔

گوادر بلوچستان میں مسجد، مدرسہ، دفتر کے لئے ۲۰۰۰ گز زمین حاصل کر لی گئی ہے۔ مسجد، مدرسہ کا نقشہ کراچی سے بنوا کر کام شروع کرا دیا گیا ہے جو بنیادوں تک پہنچ چکا ہے۔

شوریٰ سے درخواست کی گئی کہ ملتان دفتر مرکزیہ، چناب نگر اور کراچی دفتر کے لئے سولر سسٹم کی منظوری دی جائے۔ چنانچہ تینوں مقامات پر سولر سسٹم کی اجازت دی گئی۔

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ نے شوریٰ کو بتلایا کہ مولانا محمد اکرم طوفانیؒ نے سرگودھا میں کیف ما اتفق دفتر کی تعمیر کرائی۔ اب دفتر جدید تعمیر مانگتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے نقشہ بھی حضرت امیر مرکزیہ کو دکھلایا۔ چنانچہ انجینئر ملتان وچناب نگر کو دکھلا کر نقشہ جلد از جلد فائنل کر کے تعمیر شروع کرنے کی اجازت مانگی۔ شوریٰ نے اس کی بھی اجازت دی۔

تلہ گنگ مجلس کے امیر مولانا قاری عبیدالرحمٰن نے بتلایا کہ پچند میں ۲۳ رکنال خرید کر کے مجلس مرکزیہ کے نام کرا دی گئی ہے۔ مزید ۶ رکنال کا بیعانہ دے دیا گیا ہے۔ اس کی چار دیواری کرانے کی منظوری دی گئی۔ مدرسہ دارالہدیٰ پرمٹ کے طلبہ کو وظائف دینے کی منظوری دی گئی۔ مجلس مرکزیہ کے اس مالی سال کے تمام اخراجات آڈٹ کرا لئے گئے ہیں، مجلس شوریٰ نے اس پر مسرت کا اظہار کیا۔

ماہنامہ لولاک ملتان ۳۸۰۰۰ کی تعداد میں شائع ہوتا ہے اور احباب کو رعایتی ہدیہ کے ساتھ فروخت کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی ہفت روزہ ختم نبوت کراچی بھی ہزاروں کی تعداد میں چھپتا ہے اس پر مجلس شوریٰ نے مسرت کا اظہار کیا۔

☆☆ .... ☆☆

ختم نبوت کانفرنس، ٹاؤن شپ لاہور

لاہور..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت یونٹ ٹاؤن شپ لاہور کے زیر اہتمام تحفظ ختم نبوت کانفرنس جامع مسجد صدیقیہ فاروقیہ مین مارکیٹ ٹاؤن شپ لاہور میں مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے نائب امیر پیر میاں محمد رضوان نفیس کی صدارت میں ہوئی۔ کانفرنس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا، مرکزی سیکرٹری اطلاعات مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، معروف بریلوی عالم دین پرنسپل جامعہ رحمت مولانا غلام دستگیر فاروقی، ترجمان مسلک اہلحدیث علامہ شفیق الرحمٰن، مبلغ ختم نبوت لاہور مولانا عبدالنعیم، مولانا عزیز اللہ، قاری حبیب الرحمٰن، امیر مجلس ٹاؤن شپ پیر محمد آصف، سیکرٹری جنرل ٹاؤن شپ مولانا محمد مہتاب، مولانا پروفیسر مفتی محمد نوید لاہوری، بھائی محمد بلال، رانا محمد آفتاب، سید یوسف شاہ، زاہد رانا، مولانا محمد اسلم، مولانا ظفر اللہ، معروف نعت خوان مولانا محمد قاسم گجر، مولانا محمد عمران نقشبندی، قاری محمد خزیمہ، مفتی احمد خان، مولانا یونس مدنی، قاری نور محمد، مولانا محمد سعد نے شرکت کی۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے اور آخری رسول ہیں۔ ''ختم نبوت'' سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی خاصا ہے اور عقیدے میں اس کی اہمیت اس طور پر ہے کہ اس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ختم نبوت کی حفاظت ہی دنیا اور آخرت میں کامیابی کا سب سے بڑا وظیفہ ہے۔ عقیدہ ختم نبوت ایک حساس مسئلہ ہے اور اس کی حساسیت کا اندازہ یوں لگالیں کہ دور نبوی سے آج تک اس معاملے پر کوئی سمجھوتا نہیں کیا گیا۔ پوری امت کو عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے یک جان ہو کر جدوجہد کرنا ہوگی۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی پُرامن جدوجہد ہر حال میں جاری رکھی جائے گی۔ مقررین نے کہا کہ قادیانیت کسی دین ومذہب کا نام نہیں بلکہ یہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کا ایک باغی گروہ ہے ان کی چالبازیوں سے مسلمانوں کو روشناس کرانا ہر کلمہ گو مسلمان کے فرائض میں شامل ہے۔ علماء کرام نے کہا کہ آزادی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، پاکستان ہمارے اکابرین نے بنایا تھا ہم اپنے وطن عزیز کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ کسی کو ملک پاکستان کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھنے دیں گے۔ ہمارے اسلاف نے جدوجہد آزادی میں بے پناہ قربانیاں دی ہیں، اپنے اکابرین کی قربانیوں کو ضائع نہیں ہونے دیں گے۔

زندگیاں صحابہ رضی اللہ عنہ کی

''صُوَرٌ مِنْ حَيَاةِ الصَّحَابَةِ''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

''جو شخص پیروی کرنا چاہے، اسے ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے جو وفات پا چکے ہیں۔ اس لئے کہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے، اس کے فتنے میں پڑنے اور دین حق سے ہٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ وہ لوگ جن کی پیروی کرنی ہے؛ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، وہ لوگ اس امت کے افضل ترین افراد تھے، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری تھی، وہ دین کا گہرا علم رکھتے تھے، اور تکلف سے دور تھے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ مسلمانو! تم ان کا مقام پہچانو، ان کے پیچھے چلو اور ان کے اخلاق وسیرت کو حتی الامکان مضبوطی سے پکڑو، اس لیے کہ وہ لوگ صراطِ مستقیم اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت پر تھے۔'' (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

تصنیف: ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا مرحوم (مصر)

مترجم: مولانا اقبال احمد قاسمی، یو کے اسلامک مشن

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْناً عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِيْ عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيْرُ ○ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفاً وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○''

(البقرہ:۱۴، ۱۵)

ترجمہ: ''میں شیطان رجیم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی تاکید کی۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ میں نے اس کو نصیحت کی کہ میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا، میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے، لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ کسی ایسے کو شریک کر جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان۔ دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ مگر پیروی اس شخص کے راستے کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔ پھر تم سب کو پلٹنا میری ہی طرف ہے، اس وقت میں تمہیں بتادوں گا کہ تم کیسے عمل کرتے رہے۔''

ان آیات کریمہ کے پس منظر میں ایک بڑی انوکھی اور حیرت انگیز کہانی ہے جس میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک کم سن نوجوان مختلف اور باہم متضاد جذبات ومیلانات کی اندرونی کشمکش میں مبتلا ہے، اور آخر کار یہ کشمکش شر پر خیر کی فتح اور کفر پر ایمان کی کامیابی پر منتج ہوتی ہے۔ اس کہانی کا ہیرو ایک نجیب الطرفین نوجوان ہے جو اپنی نسبی شرافت اور خاندانی عظمت کے لحاظ سے اپنے ہم چشموں میں بلند ترین مقام کا حامل نظر آتا ہے اور وہ نوجوان ہیں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

اس وقت جب نورِ نبوت نے مکہ کے درو بام اور اس کے گلی کوچوں کو روشنی کا لباس پہنا دیا تھا سعد بن ابی وقاص ابھی ایک کم سن نوجوان تھے، شباب سے بھرپور اور ناز ونعمت کے پروردہ، وہ بڑے رقیق اور نازک احساسات کے مالک، والدین کے انتہائی فرمانبردار اور اپنی والدہ سے غیر معمولی محبت رکھنے والے تھے۔

باوجود اس کے کہ سعد بن ابی وقاص اس وقت ابھی اپنی عمر کی سترھویں بہار کا استقبال کر رہے تھے.... اپنے وجود میں پختہ عمر والوں کی سی بُردباری ودانشمندی اور بوڑھوں جیسی دانائی ودوراندیشی سمیٹے ہوئے تھے۔ ان کو ان بچکانہ کھیلوں سے کوئی رغبت نہیں تھی جن میں ان کے ہم سن نوجوان غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کرتے اور بڑے شوق سے حصہ لیتے تھے۔ اس کے برعکس وہ اپنی کوششیں صرف تیروں کی تیاری، کمانوں کی درستی اور تیراندازی کی مشق میں صرف کیا کرتے تھے۔ ان کی ان مصروفیات اور ان میں غیر معمولی

انہماک دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ شاید وہ خود کو مستقبل میں کسی عظیم الشان کارنامے کے لئے تیار کررہے ہیں۔ نیز وہ اپنی قوم کی اس بدعقیدگی اور زبوں حالی پر انتہائی بے چینی اور بے اطمینانی محسوس کررہے تھے، جس میں وہ مبتلا تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کسی مضبوط، دوراندیش اور مہربان ہاتھ کے منتظر ہیں جوغیب سے برآمد ہوکر لوگوں کوان تاریکیوں سے نکال دے جن کے اندر وہ ٹامک ٹوئیاں ماررہے ہیں۔

ان حالات میں اللہ عزوجل کی مشیت نے ساری انسانیت کواس مہربان اور کارساز ہاتھ سے نوازنا چاہا، اور وہ ہاتھ تھا سرور کائنات محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ہاتھ، جس کی مٹھی میں وہ ستارۂ روشن تھا وہ کوکبِ درخشاں تھا جس کی روشنی کبھی ماند نہیں پڑسکتی۔ یعنی کتاب الٰہی، قرآن عظیم۔

سعد بن ابی وقاصؓ نے حق اور ہدایت کی اس پکار کے بلند ہوتے ہی کسی تاخیر کے بغیراس پر لبیک کہی۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے مردوں میں ان کا تیسرا یا چوتھا نمبر تھا۔ بسا اوقات وہ بڑے فخر کے ساتھ یہ بات کہا کرتے تھے کہ: ’’سات روز تک میں اسلام کا تیسرا حصہ تھا۔‘‘

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبولِ اسلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے پناہ مسرت حاصل ہوئی اس لئے کہ ان کے اندر شرافت و مردانگی کی ایسی علامات پائی جاتی تھیں جو اس بات کا پتہ دے رہی تھیں کہ عنقریب یہ ہلال بدرِ کامل بن کر آسمان شہرت پر جگمگائے گا اور حسب ونسب کے لحاظ سے ان کو معاشرے میں جو بلند مرتبہ حاصل تھا وہ مکہ کے نوجوانوں کو اس بات پر ابھار رہا تھا کہ وہ بھی ان کے راستے کو اپنائیں اور خود کو ان کے سانچے میں ڈھالیں اور ان ساری باتوں کے علاوہ ان کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموں تھے، کیونکہ ان کا تعلق بنو زہرہ سے تھا اور بنوزہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ آمنہ بنت وہب کا قبیلہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ اپنے رشتے پر فخر کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند صحابۂ کرام کے ساتھ

> حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جنگ اُحد میں ڈٹ کر اپنی کمان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدافعت اور حفاظت کرتے رہے۔ اس وقت ان کی کمان سے نکلا ہوا ہر تیر اپنے صحیح نشانے پر لگتا اور کسی نہ کسی مشرک کے لئے فرشتۂ اجل ثابت ہوتا تھا

تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سامنے سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو آتے ہوئے دیکھ کر فرمایا:

’’ہٰذا خالی فلیرنی امرء، خالہ‘‘

ترجمہ: ’’یہ میرے ماموں ہیں، ایسا اگر کسی کا ماموں ہو تو مجھے دکھائے۔‘‘

لیکن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا قبولِ اسلام کا معاملہ اتنی آسانی اور سہولت کے ساتھ نہیں گزر گیا، بلکہ اس کی وجہ سے انہیں سخت آزمائش کے دور سے گزرنا پڑا۔ ان کی آزمائش کی سختی کا یہ عالم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق قرآن نازل فرمایا۔ ہم یہ بات حضرت سعدؓ ہی پر چھوڑتے ہیں کہ اس انوکھی آزمائش کی تفصیلات سے ہمیں آگاہ فرمائیں۔

’’میرے قبولِ اسلام سے تین دن پہلے کی بات ہے، میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ میں تہ بر تہ تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہوں اور اس اثنا میں کہ میں ان تاریکیوں سے باہر آنے کے لئے ان کی موجوں میں ہاتھ پاؤں ماررہا ہوں، اچانک ایک چاند میرے سامنے نمودار ہوا، میں اس کی طرف چل پڑا، کیا دیکھتا ہوں کہ چند آدمی میرے آگے آگے اسی طرف جارہے ہیں۔ میں نے دیکھا، وہ زید بن حارثہ، علی بن ابی طالب اور ابوبکرصدیق تھے۔ میں نے ان سے پوچھا: آپ لوگ یہاں کب سے ہیں؟ انہوں نے کہا، ہم ابھی آئے ہیں، جب دن کو مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خفیہ طور پر اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام کررہے ہیں تو میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ ان کے ذریعہ مجھے تاریکیوں سے روشنی کی طرف لائے۔ میں فوراً ان کی تلاش میں نکل پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے جیاد کی گھاٹی میں ملے اور اسی وقت عصر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے۔ چنانچہ میں مسلمان ہوگیا۔ ان تین آدمیوں کے علاوہ جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا، کوئی اور مجھ سے پہلے اسلام نہیں لایا تھا۔‘‘

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اس دلچسپ داستان کے اگلے حصے سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’میرے قبولِ اسلام کی خبر سنتے ہی میری

ماں سخت ناراض ہوئی۔ میں ایک اطاعت شعار اور خدمت گزار لڑکا تھا، مجھے اس سے بے پناہ محبت تھی۔ اس نے اپنے انتہائی غیظ وغضب کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

’’سعد! یہ کیسا دین ہے جو تم نے اختیار کیا ہے، جس نے تم کو تمہارے ماں باپ کے دین سے برگشتہ کردیا ہے۔ خدا کی قسم! تم اپنے اس نئے دین کو ترک کردو، ورنہ میں کھانا پانی چھوڑ کر خود کو ہلاک کرلوں گی۔ اس وقت تمہارا سینہ شدت غم سے شق ہوجائے گا، ندامت و پشیمانی کے مارے اپنے کئے پر کفِ افسوس ملوگے اور لوگ تم کو ہمیشہ اس پر عار دلاتے رہیں گے۔‘‘

میں نے اس سے کہا: ’’ماں! ایسا نہ کرو، کیونکہ میں کسی بھی قیمت پر اپنے دین کو ترک نہیں کرسکتا۔‘‘ لیکن وہ اپنی دھمکی پورے کرنے پر اڑ گئی۔ اس نے کھانا، پینا سب چھوڑ دیا۔ آخر کئی روز کی مسلسل فاقہ کشی کی وجہ سے اس کا جسم دبلا ہوگیا، ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور اعضاء ڈھیلے پڑ گئے۔ میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اس کے پاس جاکر کہتا رہا کہ کچھ کھالو، مگر وہ شدت سے انکار کرتی رہی اور قسم کھا کر کہتی تھی کہ: ’’یا تم اپنا دین چھوڑ دو ورنہ میں کھانا پینا چھوڑ کر جان دے دوں گی۔‘‘ اس وقت میں نے اس سے کہا:

’’ماں! بے شک میں تیرے ساتھ شدید محبت رکھتا ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ، اس کے رسول کی محبت تیری محبت سے زیادہ ہے، تو یہ بات اچھی طرح سن لے: خدا کی قسم! اگر تیری ہزار جانیں ہوں اور وہ سب ایک ایک کرکے تیرے اندر سے نکل جائیں تب بھی میں اپنے دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔‘‘

جب اس نے میرا یہ اٹل فیصلہ سنا اور میرے استقلال کو دیکھا اور اس کو یقین ہوگیا کہ میں اپنے دین کو کسی حال میں چھوڑنے والا نہیں ہوں تو آخر کار وہ اپنی ضد سے باز آگئی اور کھانے پینے پر مجبور ہوگئی۔ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے متعلق اپنا یہ قول نازل فرمایا:

’’وَاِنْ جَاهَدَاکَ عَلٰی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا۔‘‘ (البقرہ:۱۵)

ترجمہ: ’’اور اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ کسی ایسے کو شریک کر جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ۔‘‘

جس روز حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اسلام قبول کیا، وہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے انتہائی خیر وبرکت کا دن تھا۔ غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور ان کے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ نے جو موقف اختیار کیا وہ بڑا قابل دید تھا۔

حضرت عمیرؓ اس وقت ایک کم سن نوجوان تھے ان کی عمر حدِ بلوغت سے کچھ ہی متجاوز تھی۔ جنگ کے لئے روانگی سے قبل، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمان مجاہدین کا جائزہ لے رہے تھے، حضرت عمیرؓ اس ڈر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہوں سے چھپنے کی کوشش کے باوجود وہ خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں میں آنے سے نہیں بچاسکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھ لیا اور واپس کردیا۔ واپسی کا حکم سن کر وہ رونے لگے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترس کھا کر ان کو جنگ میں شریک ہونے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

اجازت مل گئی تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ خوش خوش ان کے پاس گئے اور اپنے ہاتھ سے ان کی کمر میں تلوار باندھی، پھر دونوں بھائی جہاد فی سبیل اللہ کا حق ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے اور جب جنگ ختم ہوئی تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنے بھائی عمیرؓ کو خون شہادت میں لت پت میدانِ بدر میں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے ان کے اجر کی امید لئے تنہا مدینہ واپس لوٹے۔

اور جنگ اُحد میں.... جب مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بکھر گئے، یہاں تک کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف چند صحابۂ کرامؓ رہ گئے تھے، جن کی تعداد دس سے بھی کم تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ڈٹ کر اپنی کمان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدافعت اور حفاظت کرتے رہے۔ اس وقت ان کی کمان سے نکلا ہوا ہر تیر اپنے صحیح نشانے پر لگتا اور کسی نہ کسی مشرک کے لئے فرشتۂ اجل ثابت ہوتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس شان سے تیراندازی کرتے دیکھا تو یہ کہہ کر ان کو مزید تیراندازی پر اکسایا۔

’’ارم سعد، ارم، فداک ابی و اُمی۔‘‘

ترجمہ: ’’تیر چلاؤ سعد! تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔‘‘

لیکن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اس وقت اپنی عظمت کی بلندترین چوٹی پر پہنچ گئے۔ جب حضرت عمر فاروقؓ نے ایرانیوں کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ کا ارادہ فرمایا۔ ایسی فیصلہ کن جنگ کا جو ان کی سلطنت کا خاتمہ کردے، جوان کے تخت کو متزلزل کردے اور ایران کی سرزمین سے

بُت پرستی کو بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکے، چنانچہ انہوں نے اپنے سارے گورنروں کے نام یہ تحریری حکم بھیجا:

”ہر اس شخص کو میرے پاس بھیج دو جس کے پاس اسلحہ یا گھوڑا ہو یا اس کے اندر شجاعت، اصابت رائے، جنگی مہارت یا شعر وشاعری اور تقریر وخطابت کی کوئی امتیازی خوبی ہو یا اس کے اندر کوئی ایسا وصف پایا جاتا ہو جس سے جنگ میں کوئی مفید کام لیا جا سکے۔“

خلیفہ کے اس حکم کی تعمیل میں ہر طرف سے مجاہدین کے وفود مدینہ پہنچنا شروع ہوگئے۔ اس کام کے مکمل ہوجانے کے بعد جب حضرت عمرؓ نے اربابِ حل وعقد سے اس عظیم الشان لشکر کی قیادت کے سلسلے میں مشورے طلب کئے تو سب نے یک زبان ہو کر شیر وفا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا نام لیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کو طلب کر کے فوج کی کمان ان کے ہاتھ میں سونپ دی۔

جب اس لشکر جرار نے مدینہ سے کوچ کرنے کا قصد کیا تو حضرت عمرؓ اس کو الوداع کہنے اور اس کے قائد کو نصیحت کرنے کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر انہوں نے حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”سعد! اللہ عزوجل کے مقابلے میں یہ چیز تم کو ہرگز کسی قسم کے فریب میں مبتلا نہ کرے کہ تم کو ”خالِ رسول اللہ“ اور ”صاحبِ رسول اللہ“ کے معزز القاب سے پکارا جاتا ہے۔ یاد رکھو، اللہ تعالیٰ کبھی برائی کو برائی کے ذریعے نہیں مٹاتا، بلکہ وہ ہمیشہ بُرائی کو بھلائی سے محو کرتا ہے۔“

”سعد! بے شک اللہ تعالیٰ اور کسی بندے کے درمیان اطاعت وفرمانبرداری کے سوا دوسرا کوئی رشتہ نہیں ہے اور وہ صرف اطاعت ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر وانعام کے مستحق قرار پائیں گے۔ ہمیشہ اپنی نگاہیں ان امور پر مرکوز رکھنا جن پر تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا تھا، اور ان کا حد درجہ اہتمام اور التزام کرنا کہ دراصل وہی اس لائق ہیں کہ ان کا اتباع کیا جائے اور ان کو نافذ کیا جائے۔“

یہ مبارک لشکر اس شان سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا کہ اس میں ننانوے وہ خوش قسمت صحابۂ کرام شریک تھے جن کو حق وباطل کے اولین معرکہ ”معرکۂ بدر“ میں شرکت کا زریں موقع نصیب ہوا تھا۔ تین سو دس سے کچھ اوپر وہ محترم ہستیاں تھیں جو بیعت رضوان اور اس کے بعد کے غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب رہیں۔ تین سو وہ حضرات تھے جو غزوۂ فتح مکہ میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، اور ان کے علاوہ ان لوگوں کی تعداد سات سو تھی جن کو صحابہ کرامؓ کی اولاد ہونے کا شرف حاصل تھا۔

حضرت سعدؓ مدینہ سے روانہ ہو کر قادسیہ (کوفہ سے ۴۵ میل کے فاصلے پر ایک مقام جہاں مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان ۱۶ھ میں وہ فیصلہ کن معرکہ پیش آیا تھا، جس میں مسلمانوں کو زبردست فتح حاصل ہوئی، جس کے بعد ایرانی کسی میدان میں مسلمانوں کے سامنے جم نہیں سکے) پہنچے اور اپنی فوج کے ساتھ خیمہ زن ہوگئے۔ یوم ہریر (جنگ قادسیہ کا تیسرا اور آخری معرکہ جس میں شدت قتال کی وجہ سے تلواروں کی جھنکار، تیروں کی سنسناہٹ اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ کے سوا کوئی دوسری آواز نہیں سنائی دیتی تھی) کے موقع پر مسلمانوں نے ایرانیوں پر آخری اور فیصلہ کن ضرب لگانے کا عزم بالجزم کیا۔ چنانچہ انہوں نے دشمن کو ہر طرف سے گھیرے میں لے لیا اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے ہر سمت سے ان کی صفوں میں گھس گئے۔ آخر ایک زبردست اور گھمسان کی جنگ کے بعد مسلمان ایرانی سپہ سالار ”رستم“ کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ انہوں نے اس کا سر نیزے پر اٹھالیا۔ اس کے بعد ایرانی افواج کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب اس طرح مسلط ہوگیا اور ان کی ہمتیں اس طرح پست ہوگئیں کہ ایک مسلمان سپاہی کسی ایرانی کو اشارے سے اپنے پاس بلاتا اور بسا اوقات اسی کی تلوار سے اس کا کام تمام کردیتا تھا۔

اس جنگ میں بے شمار مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور ایرانی مقتولین کی تعداد کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں صرف دریائے قادسیہ میں ڈوب کر مرنے والوں کی تعداد تیس ہزار تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو عمر طویل اور مالِ کثیر سے نوازا تھا مگر جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنا ایک پرانا اونی جبہ منگوایا اور اپنے ورثاء کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

”مجھے اسی جبّے میں کفنانا کیونکہ اس کو پہن کر میں نے جنگ بدر میں مشرکین کا سامنا کیا تھا اور چاہتا ہوں کہ اسی کو پہن کر اللہ عزوجل کے سامنے جاؤں۔“

☆☆ .... ☆☆

فتنۂ قادیانیت.....عقائد و نظریات

انتخاب: حافظ محمد سعید لدھیانوی

قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور احمدیوں کی مخالفِ اسلام سرگرمیوں (امتناع و سزا) آرڈی نینس (۱۹۸۴ء) کے نفاذ سے قادیانی مسئلہ اپنے حتمی حل کے آخری مرحلے میں داخل ہوگیا ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو اب تقریباً ایک سو سال کا ہو چکا ہے۔ اس کی ابتدا ایک استعماری طاقت کی انگیخت پر ہوئی اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا یہ پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتا چلا گیا۔ اس نے نہ صرف برصغیر جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے درمیان تلخی اور تفرقہ پیدا کیا بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک کی مسلمان اقوام خصوصاً افریقی مسلمان بھی اسی طرح کی تلخی اور تفرقہ کا شکار ہوئے۔

ختم نبوت (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں) کا تصور اسلام میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

"کوئی بھی مذہبی معاشرہ جو اپنی اساس کے لئے ایک نئی نبوت کا متقاضی ہو اور تمام ایسے مسلمانوں کو جو (اس نئی نبوت کے) الہامات کو ماننے سے انکار کریں کافر قرار دے، اسے ہر مسلمان اسلام کے استحکام کے لئے ایک شدید خطرہ سمجھتا ہے..... ایسا ہونا ضروری ہے کیونکہ مسلمان معاشرے کے استحکام کا تحفظ صرف ختم نبوت کے تصور ہی سے ہوتا ہے۔"

بطور نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ قادیانیوں کی ارادت انہیں دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے قادیانیوں نے خود اپنے آپ کو مسلمان قومیت سے الگ کیا ہے۔ قادیانی لٹریچر میں متعدد اظہارات اس امر کے ملتے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ ایسے تمام لوگ جو مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت پر صاد نہیں کرتے، انہیں مسلمان تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

مرزا غلام احمد قادیانی خود اپنی تصنیف حقیقت الوحی میں صاف طور پر بیان کرتے ہیں کہ: "وہ اور ان کے مخالفین ہر دو فریق بیک وقت مسلمان نہیں تسلیم کئے جاسکتے۔" (حقیقت الوحی مطبوعہ قادیان، ۱۹۰۷ء ص: ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۷۹، ۱۸۰ وغیرہ) اپنی ایک اور تصنیف "انجام آتھم" میں وہ اپنے مخالفین کو "اہلِ جہنم" قرار دیتے ہیں۔ (مطبوعہ قادیان، ۱۹۲۲ء، ص: ۶۲)

مرزا غلام احمد قادیانی کے جانشین جن میں ان کے بیٹے خلیفۂ دوم اور قادیانیوں کے مصلح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد بھی شامل ہیں، بعینہ ایسے ہی خیالات رکھتے ہیں، تاہم اس ضمن میں شدید ترین بیان جس میں قادیانیوں اور مسلمانوں کے اختلافات کا نچوڑ پیش کیا گیا ہے، مولوی محمد علی کا ہے جو خود ایک قادیانی فاضل ہیں، لیکن قادیانی تحریک کے نرم ترحصے کے بانی بھی ہیں، وہ کہتے ہیں:

"اسلام کے ساتھ احمدیہ تحریک کا تعلق ویسا ہی ہے جیسا عیسائیت کا یہودیت سے تھا۔"

اس مضمون میں اس تخریب کار تحریک کی ابتدائی تاریخ، اس کے بنیادی اصولوں کا تجزیہ اور استعماری طاقتوں کے ساتھ اس کے تعاون کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مزید برآں امت مسلمہ کے قادیانی تحریک کے متعلق خیالات اور اس کے قادیانیت کے خلاف ردِعمل کی صدائے بازگشت بھی ہے۔ ایک مسلمان کے لئے یہ قضیہ نہ صرف تکلیف دہ ہے بلکہ خطرناک نتائج سے پُر بھی ہے۔ قادیانی تحریک اس بنا پر اور بھی تہلکہ خیز ہے کہ یہ اسلام کے حصار کے اندر سے غدارانہ طور پر عمل کرنے کی خواہاں ہے۔ ہر چند کہ اس کا اپنا تشخص پاکستان کے مروجہ قانون اور قادیانی امت کی از خود امت مسلمہ سے علیحدگی کی روشنی میں اسلام کے بالکل برعکس ہے۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کو اس مرتد سلسلے کی ابتدا، اس کے مقصودات اور اس کی سرگرمیوں سے آگاہ ہونا چاہئے۔ پاکستان کی حکومت اور عوام کی طرف

سے انہیں ملت اسلامیہ سے حتمی طور پر الگ تھلگ کرنے کی کوششیں جاری ہیں، کیونکہ قادیانیت ملت اسلامیہ کا حصہ نہیں ہیں۔

اسلام میں ختم نبوت کا تصور:

ختم نبوت پر ایمان اسلامی عقائد کا بنیادی نظریہ ہے۔ اس امر حقیقت پر مسلمان غیر متزلزل عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلسلۂ انبیاء کے وہ آخری نبی تھے جنہیں انسانیت تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے پر مامور کیا گیا تھا۔ ختم نبوت پر ایمان رکھنے کا قدرتی حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات جامع، حتمی اور مکمل ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ پر تاریخ کی تحقیقی نگاہیں ہمیشہ مرکوز رہی ہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہی وہ واحد ذات ہے جس کی طرف انسانیت راہنمائی کے لئے ہمیشہ پُراعتماد انداز میں دیکھتی چلی آئی ہے۔

نئے نبی کی آمد کے بارے میں جب ہم قرآن حکیم کی متعلقہ آیات کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ کوئی نیا نبی اس وقت مبعوث ہوتا تھا جب سابق نبیوں کی تعلیمات عام طور پر بھلادی جاتی تھیں یا ان کو مسخ کر دیا جاتا تھا یا ان میں شدید انداز کی آمیزش کر دی جاتی تھی، یا زمانی اور مکانی تغیرات کی بنا پر ان میں ترامیم یا تدوین نو کی ضرورت لاحق ہوجاتی تھی۔ لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات حتمی، آفاقی، مکمل اور پوری طور پر محفوظ ہیں، لہٰذا ان تعلیمات کے ہوتے ہوئے کسی نئے نبی کی آمد کی مطلقاً گنجائش یا ضرورت نہیں، تمام تر اسلامی تاریخ کے دوران ختم نبوت کا یہ تصور اسلام کے اساسی اصولوں میں شامل رہا ہے اور مسلمانوں کے اندازِ نظر، رویے اور احساسات پر اس تصور کی چھاپ بہت گہری رہی ہے۔

تورات اور انجیل کے صحائف اس بات پر گواہ ہیں کہ تمام سابق انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے سے بعد آنے والے انبیاء علیہم السلام کی آمد کی پیشگوئی کرتے رہے ہیں لیکن قرآن حکیم میں اس طرح کا کہیں کوئی اشارا بھی نہیں۔ اس کے برعکس ہمیں قرآن حکیم میں ایسی واضح آیات ملتی ہیں جو کسی شک وشبہ کے بغیر اس حقیقت کا اظہار کرتی ہیں کہ رسالت کا منصب اختتام پذیر ہو چکا ہے اور بابِ نبوت ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ احادیث نبوی میں اس موضوع پر کئی مصدقہ اور متفق علیہ حدیثیں موجود ہیں جنہیں تواتر کی بلند حیثیت بھی حاصل ہے۔

یہ عقیدہ اصولِ دین میں سے ہے اور ہمہ گیر ہے۔ امت مسلمہ میں ہمیشہ اس عقیدے کے متعلق یکجہتی اور اجماع رہا ہے اور اسے ہمیشہ ایمان کا ایک غیر متنازعہ جزو تسلیم کیا جاتا رہا ہے اور یہ ایک ایسی پائیدار بنیاد ہے جس کے اوپر اسلام کی صرف نظریاتی عمارت ہی استوار نہیں، اس کی تہذیبی تعمیر بھی ایستادہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اگر کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اسے مسلمانوں نے بے درنگ کاذب اور مرتد گردانا ہے اور پوری امت نے کبھی کسی ایسے شخص کے ساتھ بحث وتمحیص کو ضروری نہیں سمجھا نہ ہی گوارا کیا ہے۔

تکمیل دین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں نبوت کا اتمام اس امر کی دلیل ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو پیغام لائے تھے اس میں زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ فکرِ اسلامی کے ارتقاء اور مسلم معاشرے کی تشکیل پر قرآن حکیم کے آخری کتاب اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے تصور نے گہرے نقوش ثبت کئے ہیں۔

مشہور ومعروف صاحب فکر مورخ ابن خلدون، امام ابن تیمیہ، ان کے روشن ضمیر شاگرد ابن قیمؒ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور علامہ محمد اقبالؒ ایسے عظیم مسلمان مفکر ہیں، جنہوں نے ختم نبوت کے علمی، معاشرتی اور سیاسی مضمرات پر بحث کی ہے۔ اس موضوع پر علامہ اقبال کے خیالات آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس مختصر سی بحث میں یہ بات آئینے کی طرح صاف اور واضح ہوجاتی ہے کہ ختم نبوت پر ہمارا عقیدہ جزو ایمان ہے جو محض کسی مافوق الفطرت اہمیت کا لگا بندھا قانون نہیں بلکہ اس کے اپنے معاشرتی مضمرات بھی ہیں اور ان مضمرات کی بدولت اس نے ایک اسلامی تہذیب کی تشکیل میں بہت مدد دی ہے۔ اس نے مسلمانوں کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو معیار کی صورت میں رکھا ہے۔ اس نے ان کے لئے اخلاقی اور روحانی کردار کا ایک ابدی نظامِ اقدار استوار کیا ہے۔ اس نظریئے نے مختلف ادوار مختلف نسلوں اور مختلف رنگ وروپ کے انسانوں کو ایک لڑی میں پرو کر ایک امت بنایا ہے۔ اس نے انسان کے ذہنی استفسارات کو مہمیز لگائی ہے اور اس طرح واضح طور پر ایک منفرد تہذیبی تعمیر کے لئے بنیادیں قائم کی ہیں۔

ختم نبوت کے سلسلے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ ”میرے بعد تیس جھوٹے مدعیان نبوت آئیں گے لیکن میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“

اس ضمن میں یہ تاریخی حقیقت بھی عام پڑھے لکھے لوگوں پر روشن ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے دوران مسیلمہ کذاب نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور ۸ ہجری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خط بھی لکھا تھا، جس کے عنوان میں تحریر کیا: ”من مسیلمہ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ“ اس کا خیال تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی جواباً اسے اسی طرح لکھیں گے اور یہ تحریر اس کے لئے تصدیق نامہ ہوجائے گی، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب اس طرح شروع کیا:

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ کذاب....... سلام علٰی من اتبع الھدی۔“

اس جواب سے مسیلمہ ”کذاب“ کے نام سے ایسا معروف ہوا کہ ابد تک یونہی معروف رہے گا۔ اس نے یہ فیصلہ کردیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہر شخص کاذب ہے۔

قادیانیت کا ظہور:

سامراج کی سیاسی بالادستی اور عسکری تسلط کی بدولت اس کے عقب میں غیر ملکی عیسائی مبلغین کا ایک ریلا ہندوستان میں وارد ہوا۔ ہندوستان کی مذہبی اور ثقافتی زندگی میں ان کی موجودگی نے مسلمانوں کے جذبات میں تلخی گھول دی اور اس طرح سے صورت حالات میں سخت کشیدگی پیدا ہوئی۔ برصغیر کے طول و عرض میں مسلمانوں اور عیسائی مبلغین کے درمیان تندو تیز مذاکروں اور علمی مباحثوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس وقت مسلمان سیاسی طور پر اکھڑے ہوئے، عسکری میدان میں شکست خوردہ اور ثقافتی طور پر احساس کمتری کا شکار ہو چکے تھے۔ ایسے مواقع عام طور پر مذہبی اور سیاسی مہم جوؤں کے لئے بہت سازگار ہوتے ہیں اور وہ صورتِ حال سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ایسے ہی نازک موقع پر قادیانی سلسلہ نو پنجاب کے ایک دور افتادہ قصبے میں شروع ہوا۔ اس سلسلے کو اس کے سامراجی آقاؤں کی مکمل سرپرستی حاصل تھی۔ جدید تحقیقی کوششوں نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ سامراجیوں کی شہ پر ہی یہ منصوبہ بنایا گیا اور اس منصوبے کے تخلیق کرنے والے عیار ذہن جلد ہی مرزا غلام احمد قادیانی کی متذبذب شخصیت کی تلاش میں کامیاب ہوگئے جن کی ذات میں انہیں اپنا وہ متوقع مدعیٔ نبوت مل گیا، جو امت مسلمہ کی مذہبی استقامت اور ذہنی پختگی کو مجروح کرنے کی ذمہ داری قبول کرسکتا تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۳۹ء میں قادیان کے چھوٹے سے قصبے میں پیدا ہوئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے پردادا کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک اچھے خوشحال زمیندار تھے اور ان کے پاس زمین کے وسیع قطعات تھے اور ان وسیع قطعات سے اچھی طرح زندگی بسر کرتے تھے، لیکن سکھوں کے دورِ حکومت میں ان کے دادا مرزا عطا محمد کا سکھ حکمرانوں سے تصادم ہوا اور ان کی بہت سی زمین ان کے ہاتھوں سے نکل گئی اور مرزا کے والد ایک اوسط درجے کے زمین دار رہ گئے۔

مرزا صاحب ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں جونیئر کلرک کی حیثیت سے ملازم ہوگئے، جہاں انہیں پندرہ روپے ماہانہ تنخواہ ملتی تھی۔ بعض اہل قلم نے لکھا ہے کہ مرزا کو گھر کا کچھ مال غبن کرنے کی پاداش میں ان کے باپ نے گھر سے نکال دیا تھا اور اسی وجہ سے انہیں قادیان سے نکلنے اور سیالکوٹ میں معمولی سی ملازمت اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ تقریباً چار سال تک انہوں نے یہ ملازمت کی اور ۱۸۸۵ء میں اسے خیر باد کہا۔ اس چار سال کے عرصہ میں انہوں نے انگریزی زبان سکھانے کے کورس میں جو برطانوی افسروں نے اپنے ہندوستانی ملازمین کے فائدے کے لئے جاری کیا تھا، تعلیم حاصل کرکے انگریزی زبان میں شُد بُد پیدا کرلی۔ زبان دانی کے اس ابتدائی معیار میں اپنی کامیابی سے وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مقامی عدالتی ملازمتوں کے لئے اہل قرار دیئے جانے کے لئے ایک مختصر امتحان میں شرکت کی لیکن وہ امتحان میں ناکام ہوگئے اور عدالتی عہدیدار نہ بن سکے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنا شجرۂ نسب وسطی ایشیا کے مغلوں سے ملاتے ہیں۔ اپنی ابتدائی تحریروں کے مطابق وہ مغلوں کی برلاس شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ (کتاب البریہ دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۲ء، ص:۱۳۴)

بعد میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں الہام کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ ان کا شجرۂ نصب ایرانیوں سے ملتا ہے۔ یہ دعویٰ غالباً اس لئے کیا گیا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کا مصداق خود کو ٹھہرا سکیں، جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشاعتِ اسلام میں ایرانی مسلمانوں کے کردار کی بہت تعریف کی تھی۔

تاہم وہ اپنی زندگی کے آخری مرحلے تک اس امر کا تعین نہ کر سکے کہ وہ کون سے سلسلۂ نسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے مغل قوم سے تعلق رکھنے کا دعویٰ کیا پھر کچھ عرصے بعد انہوں نے بیان کیا کہ ان کا کچھ تعلق سادات یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد سے ہے اور بالآخر انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں ازروئے الہام بتایا گیا ہے کہ وہ ایرانی الاصل تھے۔ انہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ ایک نام نہاد کشف کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی ثبوت نہیں کہ وہ واقعی ایرانی الاصل ہیں۔

(اربعین، ج:۲، ص:۱۷)

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں سکھوں کے دورِ حکومت میں ان کے ساتھ تصادم میں مرزا کے پردادا کی بہت سی زمین ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ چنانچہ خاندانی لحاظ سے سکھوں سے اتنے بڑے چرکے کھانے کی وجہ سے انہیں سکھ قوم سے بے زاری ہوگئی اور چونکہ سکھوں کا خاتمہ کرنے والے انگریز تھے، لہٰذا ان کا خاندان انگریزوں کا حاشیہ بردار ہوگیا اور اس حاشیہ برداری میں اتنا آگے نکل گیا کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف انگریزوں کی مدد کی۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے والد کے انگریز پرستانہ کردار پر فخر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب دربار گورنری میں کرسی نشین بھی تھے اور سرکار انگریزی کے ایسے خیرخواہ اور دل کے بہادر تھے کہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر اور پچاس جنگجو بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ اس گورنمنٹ عالیہ کو مدد دی تھی۔“

(تحفہ قیصریہ، ص:۱۶، از مرزا غلام احمد)

تاہم ان کے خاندان کی حالت پتلی ہوتی چلی گئی اور جس گورنمنٹ عالیہ کو ان کے باپ نے مسلمان بھائیوں کے خلاف مدد بہم پہنچائی تھی اس نے بھی ان کی کوئی قدر نہ کی بلکہ ان کی زمینیں ضبط کرتے رہے۔ چنانچہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں:

”اس کے بعد انگریز آئے تو انہوں نے ہماری خاندانی جاگیر ضبط کر لی اور صرف سات سو روپیہ سالانہ کی ایک اعزازی پنشن نقدی کے صورت میں مقرر کر دی جو ہمارے دادا صاحب کی وفات پر صرف ایک سو اسّی رہ گئی اور پھر تایا صاحب کے بعد بالکل بند ہوگئی۔“ (سیرۃ المہدی، حصہ اول، ص:۳۲، صاحبزادہ بشیر احمد)

مرزا صاحب نے اپنی زندگی کی ابتدائی دہائیاں نہایت فقر و فاقہ اور بڑی خستہ حالی میں بسر کیں، وہ خود کہتے ہیں کہ انہیں اتنی بھی توقع نہ تھی کہ وہ دس روپے مہینہ بھی کما سکیں کیونکہ ان کے پاس سرمایہ تقریباً نہ ہونے کے برابر تھا لیکن جیسے ہی انہوں نے دعوے (مجدد، محدث اور نبوت کے) شروع کئے ان کے پاس نذرانوں وغیرہ کی ریل پیل شروع ہوگئی اور عمر کے آخری سالوں تک تو ان کی کمائی میں بہت اضافہ ہو چکا تھا، چنانچہ ۱۹۰۷ء تک ان کی کمائی ڈھائی لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کسی کا لکھ پتی ہونا بہت بڑا اعزاز ہوتا تھا۔

اپنی زندگی کے آخری حصے میں وہ دولت میں کھیلتے رہے ان کا معیارِ زندگی اتنا بلند ہوگیا کہ خود ان کے پیروکار اس پر نکتہ چینی اور ناپسندیدگی کا اظہار کرنے لگے۔ (جاری ہے)

سانگھڑ پولیس قادیانیوں کی حمایت کر رہی ہے: مولانا تجمل حسین

نواب شاہ (نامہ نگار) قادیانیوں کے مسجد کی طرز پر اپنی عبادت گاہ بنانے کے خلاف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے پریس کانفرنس۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ڈویژنل مبلغ مولانا تجمل حسین اور جمعیت علمائے اسلام سانگھڑ کے امیر مولانا عبدالغفور مینگل اور مولانا محمد افضل نے نوابشاہ میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں کی جانب سے سانگھڑ کے تعلقہ سنجھورو کے چک نمبر ۲۲ میں ان کی عبادت گاہ مسجد کی طرز پر تعمیر کی گئی ہے جو کہ پاکستان کے آئین امتناع قادیانیت آرڈی نینس کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے، جس پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ذمہ داران کی مدعیت میں تھانہ سنجھورو پر ۴؍جولائی کو مقدمہ بھی درج کروایا گیا تھا مگر ایک ماہ سے زائد کا عرصہ گزر جانے کے باوجود پولیس نے ملزمان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ سانگھڑ کی پولیس قادیانیوں کی حمایت کرکے سانگھڑ ضلع کا امن خراب کرنا چاہتی ہے۔ (روزنامہ اسلام کراچی، ۶؍اگست ۲۰۲۳ء)

خبروں پر ایک نظر

عصری تعلیمی اداروں کے طلبا کے لئے

تحفظ ختم نبوت تربیتی نشست

کراچی (رپورٹ: مولانا محمد عبداللہ چغرزئی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے زیر اہتمام دینی مدارس کے طلبا کے لئے ماہانہ تین تربیتی نشستوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہجری ماہ کی دوسری جمعرات کو شاہ لطیف ٹاؤن جامع مسجد اقصیٰ میں، تیسری جمعرات کو نمائش چورنگی ختم نبوت دفتر میں جبکہ آخری جمعرات کو بلدیہ ٹاؤن جامع مسجد فاروق اعظم میں تربیتی نشستوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، جہاں ایک طرف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دینی مدارس کے طلبا کو عقیدہ ختم نبوت پر دلائل و براہین سے مزین کرنے کا پوری امت مسلمہ کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر رہی ہے تو دوسری جانب اسکول، کالج، یونیورسٹیز کے اساتذہ کرام اور طلبا کے اندر عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور اس کی حساسیت پر پروگراموں کا انعقاد کرتی نظر آتی ہے۔ دینی حلقوں کی بنسبت اسکول، کالج اور یونیورسٹیز کے اندر فتنہ قادیانیت کے جراثیم سے متاثر ہونے کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے، اسی اندیشہ کے تناظر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی نے اسکول، کالج، یونیورسٹی کے طلبا اور اساتذہ کرام کے لئے ۶/ اگست ۲۰۲۳ء بروز اتوار بعد نماز مغرب تا عشا تربیتی نشست کا اہتمام کیا، جس میں تقریباً ۳۰۰ کے لگ بھگ طلبا اور اساتذہ کرام نے شرکت کی۔

مہمان خصوصی کراچی یونیورسٹی کے پروفیسر محترم جناب ڈاکٹر مولانا محمد اسماعیل عارفی صاحب تھے۔ انہوں نے حالات حاضرہ کی مناسبت سے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور فضیلت اور اس کی حساسیت پر تفصیلی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح سرحدات کی حفاظت کے لئے ٹریننگ یافتہ فوج کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح ایمان کی سرحدات کی حفاظت کے لئے علمائے کرام کی سرپرستی میں تربیت حاصل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم اپنے عقائد کی حفاظت کر سکیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ جہاں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دینی مدارس کے طلبا نے قربانیاں دی ہیں وہاں اسکول، کالج کے طلبا نے بھی خدمات انجام دی ہیں۔

آج کی نشست میں اپنے نوجوان ساتھیوں سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے عقیدہ ختم نبوت کے لئے کام کرنا ہے، اسکولوں میں جا کر، کالج، یونیورسٹیز میں جا کر اس عقیدہ کے تحفظ کے لئے اپنی بساط سے بڑھ کر اپنے احباب میں کام کرنا ہے۔ ہر ماہ کی پہلی اتوار کو مغرب تا عشا دفتر ختم نبوت نمائش میں تربیتی نشست منعقد ہوتی ہے۔ آپ نے اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی اس تربیتی نشست میں لانا ہے، تمام شرکاء نے بھرپور طریقے سے شرکت کی یقین دہانی کرائی۔

پروگرام کے اختتام پر شرکاء کے لئے پُرتکلف عشائیہ کا اہتمام بھی کیا گیا۔

مکہ مکرمہ میں انٹرنیشنل اسلامی کانفرنس کا آغاز

پاکستان سمیت ۸۵ ممالک کے علماء کرام کی شرکت

مکہ مکرمہ (شاہد نعیم) مکہ مکرمہ میں وزارت اسلامی امور دعوت وارشاد کے تحت دو روزہ انٹرنیشنل اسلامی کانفرنس شروع ہوگئی۔ کانفرنس میں پاکستان سمیت ۸۵ ممالک سے تعلق رکھنے والے ۱۵۰ عالم دین، مفتیانِ کرام اور اسلامی محققین شریک ہوئے۔ (روزنامہ جنگ کراچی، ۱۴/ اگست ۲۰۲۳ء)

ختم نبوت کانفرنس، مہاجر آباد لاہور

لاہور.....عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام تحفظ ختم نبوت کانفرنس جامع مسجد مدینہ مہاجر آباد لاہور میں شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد حسن امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی صدارت میں ہوئی۔ کانفرنس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا اللہ وسایا، جمعیت علماء اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل مولانا محمد امجد خان، مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالنعیم، پیر رضوان نفیس، ڈاکٹر عبدالواحد قریشی، مولانا غلام مصطفیٰ ہزاروی، مولانا میر اعظم، مولانا محمد عظیم، مولانا مفتی مزمل رسول، حاجی سعید الرحمٰن انصاری، بھائی ابراہیم سلیم خان، قاری محمد عثمان، مولانا محمد قاسم گجر، حافظ احمد الحسینی، قاری ربنواز، مولانا عبدالرحمٰن، مولانا عبدالرؤف، قاری محمد ریحان، مولانا محمد وسیم سمیت مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے امت کے تمام طبقات نے بھرپور انداز میں شرکت کی۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کی چوکیداری ایک اہم فریضہ ہے۔ قادیانی اور ان کے پشتیبان 1974ء کے دستور کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں ہر مسلمان کو ان سازشوں پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ قادیانی اسلام، مسلمان اور پاکستان کے لیے یہود و ہنود سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے کہا کہ اندرون ملک و بیرون ممالک کی کئی عدالتوں نے قادیانیت کے کفر پر مہر ثبت کردی ہے۔ قادیانیت اپنے منطقی انجام کو پہنچنے والی ہے، قادیانی فتنے کا خاتمہ قریب ہے، ایک وقت آئے گا کہ تلاش کرنے کے باوجود اس دھرتی پر ایک بھی قادیانی نہیں ملے گا۔ مولانا محمد امجد خان نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کا دفاع دراصل اسلام کا دفاع ہے۔ قادیانی جہاں بھی جائیں گے ان کا مقابلہ دلائل اور براہین سے کیا جائے گا۔ سینیٹ سے تحفظ ناموس اہل بیت وصحابہ بل پاس ہونا نیک شگون ہے، اس سے توہین کا دروازہ بند ہوگا۔ قرآن پاک کو جلانے والے مسلمانوں کے دل سے قرآن پاک کی محبت نہیں نکال سکتے۔ ہم ختم نبوت اور قرآن پاک کی حفاظت کرنا جانتے ہیں، علماء اسمبلی میں دین اسلام، ختم نبوت کی چوکیداری کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ جمعیۃ علماء اسلام نے ہمیشہ اسمبلی کے اندر اور باہر تحفظ ختم نبوت اور ناموس رسالت کا دفاع کیا ہے۔ قادیانیت کا وجود ننگ انسانیت اور اسلام وایمان کے لئے زہر قاتل ہے، مولانا عبدالنعیم نے کہا کہ شہدائے ختم نبوت نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرکے ہمیشہ گلشن رسالت کی آبیاری اور ناموس رسالت کے چراغ کو روشن کیا ہے۔ قادیانیوں اور ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا ایمان کا بنیادی تقاضا ہے۔ کانفرنس کے آخر میں شرکاء سے وعدہ لیا گیا کہ 6 ستمبر تحفظ ختم نبوت کانفرنس کرکٹ گراؤنڈ وحدت روڈ لاہور میں بھرپور انداز میں شریک ہوکر کل قیامت والے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق بنیں۔

ختم نبوت کنونشن، لاہور

لاہور..... ختم نبوت کا عقیدہ مسلمانوں کے ایمان کا ایک اہم حصہ ہے، جب بھی اسلام دشمن عناصر نے اس بنیادی عقیدے پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی، عاشقانِ مصطفیٰ نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے اس کا تحفظ کیا، ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا علیم الدین شاکر، پیر رضوان نفیس، ڈاکٹر عبدالواحد قریشی، مولانا عبدالشکور حقانی، مولانا محمد اشرف گجر، انجینئر حافظ نعیم الدین شاکر نے 6 ستمبر سالانہ ختم نبوت کانفرنس وحدت روڈ لاہور کی تیاری کے سلسلے میں جامع مسجد مولانا احمد علی لاہوری اچھرہ میں منعقدہ ختم نبوت کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر مولانا عبداللہ مدنی، مولانا عبدالعزیز، حافظ نصیر احمد احرار، قاری ذکی اللہ کیفی، پروفیسر محمد حمزہ، مولانا محمد حسان، مولانا ولایت اللہ، مولانا نصیر عباسی سمیت کئی علماء اور کارکنان نے شرکت کی۔ علماء کرام نے کہا کہ جب تک سول اور اہم کی پوسٹوں سے قادیانیوں کو نہیں ہٹایا جاتا اس وقت تک ملک میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔ حکمرانوں نے قانون تحفظ ختم نبوت اور ناموس رسالت ایکٹ پر خفیہ طور پر پوری پلاننگ کے ساتھ حملہ آور ہونے کی کوشش کی، مگر امت مسلمہ نے بروقت غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرکے ختم نبوت کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا۔

ارتداد خانہ کیس میں 6 قادیانی ملزمان کی درخواست بریت مسترد

شعائر اسلام استعمال کرنے سے متعلق مقدمے میں فریقین کو شواہد ریکارڈ کرانے کی ہدایت: ٹرائل مکمل کیا جائے گا

کراچی (رپورٹ: سیّد حسین شاہ) قادیانی ارتداد خانے پر شعائر اسلام استعمال کرنے سے متعلق مقدمے میں نامزد 6 قادیانی ملزمان کی مشکلات میں اضافہ ہوگیا۔ جوڈیشل مجسٹریٹ شرقی کی عدالت نے ملزمان کی جانب سے جمع کرائی گئی بریت کی درخواست مسترد کردی۔ عدالت نے فریقین کو شواہد ریکارڈ کرانے کی ہدایت بھی کر دی ہے۔ عدالت نے ملزمان کی بریت کی درخواست پر فیصلہ سنادیا۔ عدالت نے قرار دیا ہے کہ پراسیکیوشن کے گواہان کے بیانات ریکارڈ ہونا ابھی باقی ہیں، مدعی کی جانب سے ملزمان پر سنگین الزامات عائد کئے گئے ہیں، ملزمان کی بریت کا فیصلہ کرنا قبل از وقت ہوگا۔ تفصیلات کے مطابق قادیانی ارتداد خانے پر شعائر اسلام استعمال کرنے سے متعلق مقدمہ میں نامزد 6 قادیانی ملزمان کی مشکلات میں اضافہ ہوگیا۔ عدالت کی جانب سے ملزمان کی بریت کی درخواست مسترد کردی گئی ہے اور اب ملزمان کے خلاف متعلقہ عدالت میں ٹرائل مکمل کیا جائے گا۔ مذکورہ مقدمہ محمد احمد کی مدعیت میں تھانہ جمشید کوارٹر میں درج ہے اور جوڈیشل مجسٹریٹ شرقی کی عدالت میں زیر سماعت ہے، جہاں گواہان کے بیانات ریکارڈ کئے جارہے ہیں۔ مقدمہ میں ۶ ملزمان ظہیر احمد، نصیر احمد، یاسر، نعیم اللہ، ظفر اور شہزاد نامزد اور ضمانت پر رہا ہیں۔ ملزمان کی جانب سے عدالت میں بریت کی درخواست جمع کرائی گئی تھی جس پر عدالت کی جانب سے فیصلہ سنا دیا گیا ہے۔ مدعی مقدمہ کی جانب سے وکلا ایڈووکیٹ منظور احمد میو راجپوت، ایڈووکیٹ میر خالد نواز مروت، ایڈووکیٹ اظہر خان اور ایڈووکیٹ ارم ریاض پیش ہوئے جبکہ مدعی مقدمہ کی پیروی منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ نے کی۔ عدالتی حکم نامے کے مطابق پراسیکیوشن نے الزام عائد کیا ہے کہ مارٹن کوارٹر نزد یادگار فش کے قریب پلاٹ نمبر 31 پر قادیانیوں نے شعائر اسلام کا غیر آئینی استعمال کرتے ہوئے غیر قانونی مرکز بنا رکھا ہے، جہاں پر شعائر اسلام کو استعمال کرتے ہوئے مینار بنائے ہوئے ہیں جو کہ مسجد سے مشابہت رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے ہمارے کئی مسلمان بھائی اس جگہ کو مسجد سمجھ کر دھوکا کھا کر نماز پڑھنے چلے جاتے ہیں، یہاں موجود قادیانی طبقہ مسلمانوں کو گمراہ کرتا ہے، 1974ء میں قادیانیوں کو آئینی طور پر کافر قرار دیا جاچکا ہے اور 1984ء میں امتناع قادیانیت آرڈی ننس کے تحت قادیانیوں کے لئے اسلام کی تبلیغ، اسلامی اصطلاحات، شعائر اسلام کا استعمال وغیرہ سخت ترین جرم قرار دیا جاچکا ہے اور مرکز کے اطراف کی تمام آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے اور اس مقام کے لوگوں میں سخت غم وغصہ پایا جاتا ہے، لہٰذا قادیانیوں کی اس غیر اسلامی اور غیر قانونی عمل اور دیگر سرگرمیوں کے پیش نظر فی الفور اس جگہ کو سیل کیا جائے اور ان کی اس عمارت پر موجود اسلامی نشانیاں ختم کی جائیں، انتظامی امور کے ذمہ داران اور اراکین کمیٹی کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 بی اور 298 سی کے تحت مقدمہ درج کر کے قانونی کارروائی کی جائے۔ عدالتی حکم نامے میں کہا گیا کہ سماعت کے دوران وکلا طرفین اور سرکاری وکیل کو سنا گیا جبکہ ملزمان کے وکیل کے تحریری دلائل اور ریکارڈ کو بھی مدنظر رکھا گیا۔ وکیل صفائی نے اپنے دلائل میں کہا کہ ملزمان بھی بے گناہ ہیں اور انہیں جھوٹے مقدمہ میں پھنسایا گیا ہے جبکہ ان کا نام بھی مقدمہ میں شامل نہیں ہے مگر سیاسی بنیاد پر انہیں شامل کیا گیا ہے، مقدمہ غیر قانونی اور آئین کی خلاف ورزی ہے، ملزمان کی جانب سے کسی قانون کی خلاف ورزی نہیں کی گئی جبکہ ملزمان پر عائد کئے گئے الزامات بھی بے بنیاد ہیں، لہٰذا ملزمان کو بری کیا جائے۔ سماعت کے دوران مدعی مقدمہ کے وکیل اور سرکاری وکیل کی جانب سے ملزمان کو بری کرنے کی مخالفت کی گئی۔ وکلا کی جانب سے موقف اختیار کیا گیا کہ اس اسٹیج پر ملزمان کو بری نہیں کیا جاسکتا، کئی سماعتوں کے بعد دو گواہان کے بیانات قلم بند ہوئے ہیں مگر ملزمان کے وکیل کی جانب سے گواہان کے بیانات پر جرح نہیں کی جاسکی ہے، ملزمان کے خلاف ٹھوس شواہد موجود ہیں جو پراسیکیوشن کے کیس کو سپورٹ کرتے ہیں، اس لئے الزامات کو بے بنیاد قرار نہیں دیا جاسکتا، کیس شواہد کے مراحل میں ہے ایسی صورت میں ملزمان کو بری نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا مذکورہ درخواست کو مسترد کیا جائے۔ عدالت نے اپنی آبزرویشن میں کہا کہ ریکارڈ سے سامنے آیا ہے کہ پراسیکیوشن کے گواہان کے بیانات ریکارڈ ہونا ابھی باقی ہیں، مدعی کی جانب سے ملزمان پر سنگین الزامات عائد کئے گئے ہیں ملزمان کی بریت کا فیصلہ کرنا قبل از وقت ہوگا جبکہ مدعی مقدمہ کے وکیل اور پراسیکیوشن نے ملزمان کے وکیل کی مخالفت کرتے ہوئے شواہد کو لیڈ کرنے کا موقع مانگا ہے، ملزمان کی درخواست میں میرٹ سامنے نہیں آیا۔ لہٰذا ملزمان کی درخواست مسترد کی جاتی ہے۔ عدالت نے فریقین کو شواہد ریکارڈ کرانے کی ہدایت بھی کردی ہے۔

(روزنامہ امت کراچی، ۵/اگست ۲۰۲۳ء)

بمقام وحدت روڈ کرکٹ گراؤنڈ لاہور

6 ستمبر 2023
بروز بدھ
بعد نماز مغرب

سالانہ عظیم الشان ایمان افروز

ختم نبوت کانفرنس

شمع ختم نبوت کے پروانوں سے شرکت کی درخواست ہے

حضرت مولانا پیر طریقت رہبر شریعت
حافظ محمد ناصر الدین خان خاکوانی صاحب مدظلہ
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ولی ابن ولی
حضرت مولانا صاحبزادہ **خواجہ عزیز احمد** صاحب مدظلہ
نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

شیخ الحدیث استاذ العلماء
حضرت مولانا **فضل الرحیم اشرفی** صاحب مدظلہ
مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

یادگار اسلاف ولی کامل
حضرت مولانا مفتی **محمد حسن** صاحب دامت برکاتہم العالیہ
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ لاہور

ملک کے جید علماء، مشائخ عظام اور مذہبی وسیاسی جماعتوں کے قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے

0423-5441166
0300-4304277
0300-4981840

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور